# محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

میرے مربی اور مشفق استاذ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ تقریباً دو مہینے علیل رہنے کے بعد اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملے ہیں۔ إنا للّٰہ و إنا إلیہ راجعون.

یہ ایک ایسا غم ہے جسے جتنا ہلکا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اتنا ہی گہرا ہوتا چلا جاتا ہے اور زبان پر یہ الفاظ جاری ہو جاتے ہیں: اے اللہ! ہمارے شیخ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرما۔ (آمین) / وہ تمام حضرات یقیناً شکریے کے مستحق ہیں جو اس غم میں ہمارے ساتھ برابر کے شریک رہے اور مسلسل دلجوئی بھی کرتے رہے۔ بالخصوص وہ علماء، طلباء اور شیوخ جنھوں نے حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا آخری حق ان کے نماز جنازہ میں شرکت کے ذریعے سے پورا کر دیا۔ ان میں سرفہرست شیخ الحدیث مولانا عبدالعزیز علوی، شیخ الحدیث و التفسیر مولانا غلام اللہ رحمتی، مولانا ابوعمر عبدالعزیز نورستانی، مولانا عبدالحمید ازہر، مولانا محمد یونس بٹ، مولانا مفتی عبدالحنان، مولانا عمر صدیق، مولانا عبدالرحمٰن شاہین، پروفیسر ڈاکٹر طاہر محمود، ڈاکٹر سید طیب الرحمٰن زیدی، ڈاکٹر سید طالب الرحمٰن شاہ، ڈاکٹر شجاع اللہ، مولانا مسعود عالم، مولانا حافظ شریف (فیصل آباد) مولانا خالد بشیر مرجالوی، مولانا حافظ صلاح الدین یوسف، مولانا ابوسیف جمیل احمد، مولانا شمشاد سلفی، مولانا عتیق الرحمٰن، مولانا میاں جمیل احمد، مولانا مبشر احمد ربانی، مولانا یحییٰ عارفی، مولانا خاور رشید بٹ، مولانا عطاء الرحمٰن علوی، مولانا سید سبطین شاہ نقوی، مولانا حافظ محمد امین محمدی، مولانا ابونعمان سیف اللہ خالد، مولانا روح اللہ توحیدی، مولانا رفیق طاہر، مولانا عبدالوحید ساجد، مولانا گل ولی، مولانا غلام مصطفیٰ ظہیر، مولانا عبدالرحمٰن ثانی بن مولانا حافظ عبدالمنان نورپوری، ڈاکٹر فضل الٰہی، ڈاکٹر سہیل حسن، اساتذہ جامعہ سلفیہ اسلام آباد، اساتذہ جامعہ امام بخاری سرگودھا اور اساتذہ جامعہ الدعوۃ الاسلامیہ ستیانہ بنگلہ اور بہت سے ایسے علماء بھی جو میرے قلم کے احاطے میں نہیں آ سکے، جزاھم اللہ خیراً / ہم دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان تمام علماء و شیوخ کو صحت و ایمان والی زندگی عطا فرمائے اور ان سے اپنے دین کی خدمت لے۔ آمین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

112

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ


ماهنامہ

# اشاعۃ الحدیث

حضرو

نضر الله امرأ اسمع منا حديثا فحفظه حتى يبلغه

جلد: 10 | محرم، صفر ۱۴۳۵ھ دسمبر ۲۰۱۳ء | شمارہ: 12




## اس شمارے میں




قیمت

فی شمارہ : 25 روپے

سالانہ : 400 روپے

مع محصول ڈاک پاکستان

خط کتابت

مکتبۃ الحدیث

حضرو ضلع اٹک

ناشر: حافظ شیر محمد

0300-5288783

مقامِ اشاعت

مکتبۃ الحدیث

حضرو ضلع اٹک

برائے رابطہ

0301-8556571

# اضواء المصابیح

أضواء المصابيح في تحقيق مشكوة المصابيح

**٤٤٢:** وَعَنْهَا ، قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((**اِذَا جَاوَزَ الْخِتَانُ الْخِتَانَ، وَجَبَ الْغُسْلُ**)) فَعَلْتُهُ اَنَاوَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَاغْتَسَلْنَا . رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ، وَابْنُ مَاجَهَ.

(سیدہ)عائشہ(رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب (مرد کی) شرمگاہ (عورت کی) شرمگاہ میں داخل ہو جائے تو غسل واجب (فرض) ہو جاتا ہے۔

(عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا:) میں اور رسول اللہ ﷺ ایسا کرنے کے بعد غسل کرتے تھے۔

اسے ترمذی (۱۰۸۔۱۰۹، وقال: حسن صحیح) اور ابن ماجہ (۶۰۸) نے روایت کیا ہے۔

**تحقیق الحدیث: اس کی سند صحیح ہے۔**

اسے ابن حبان (الاحسان: ۳/۱۱۷۳[۱۱۷۶]) نے صحیح قرار دیا ہے۔

**٤٤٣:** وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : ((**تَحْتَ كُلِّ شَعْرَةٍ جَنَابَةٌ، فَاغْسِلُوا الشَّعْرَ، وَانْقُوا الْبَشَرَةَ**)) رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ، وَ ابْنُ مَاجَهَ ، وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ ، وَ الْحَارِثُ بْنُ وَجِيْهٍ الرَّاوِيْ ، وَهُوَ شَيْخٌ ، لَيْسَ بِذٰلِكَ.

(سیدنا) ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ہر بال کے نیچے جنابت ہے، لہٰذا بال دھوؤ اور جسم (اچھی طرح) صاف کرو۔

اسے ابوداود (۲۴۸ وقال: الحارث بن وجیہ حدیثہ منکر وھو ضعیف) ترمذی (۱۰۶) اور ابن ماجہ (۵۹۷) نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے فرمایا: حارث بن وجیہ شیخ ضعیف ہے۔

**تحقیق الحدیث: اس کی سند ضعیف ہے۔**

حارث بن وجیہ الراسبی البصری کو ابو حاتم الرازی، ابوداود، نسائی، عقیلی اور دارقطنی

وغیرہم نے ضعیف قرار دیا ہے۔

نیز حافظ ابن حجر العسقلانی نے فرمایا: " ضعیف " (تقریب التہذیب: ۱۰۵٦)

امام ترمذی کے مذکورہ کلام سے ثابت ہوا کہ اُن کے نزدیک شیخ کا لفظ توثیق نہیں، نیز جمہور کی جرح کے بعد اس قسم کے الفاظ سے توثیقات کشید کرنا غلط ہے۔

حافظ ذہبی نے ایک جگہ شیخ کے لفظ کو عدمِ ضعف مطلق پر دلالت کرنے والا قرار دیا ہے۔

(میزان الاعتدال ۱/۴)

اور دوسری جگہ امام ابوحاتم الرازی کے ایک قول کے تحت لکھا ہے:

یہ نہ جرح ہے اور نہ توثیق ہے، استقراء سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایسا راوی حجت نہیں ہوتا۔

(میزان الاعتدال ۲/ ۳۸۵ ت ۴۱۷۷، العباس بن الفضل)

ابن القطان الفاسی کے نزدیک ابوحاتم الرازی اور ابوزرعہ الرازی کے ایسے قول سے ظاہر ہوتا ہے کہ مذکور راوی اہلِ علم میں سے نہیں بلکہ صرف ایک راوی ہے۔

(دیکھئے نصب الرایہ ۴/ ۲۳۳)

**٤٤٤:** وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((**مَنْ تَرَكَ مَوْضِعَ شَعْرَةٍ مِنْ جَنَابَةٍ لَّمْ يَغْسِلْهَا فُعِلَ بِهَا كَذَا وَكَذَا مِنَ النَّارِ.**)) قَالَ عَلِيٌّ: فَمِنْ ثَمَّ عَادَيْتُ رَأْسِيْ فَمِنْ ثَمَّ عَادَيْتُ رَأْسِيْ فَمِنْ ثَمَّ عَادَيْتُ رَأْسِيْ ثَلَاثًا. رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ، وَاَحْمَدُ، وَالدَّارِمِيُّ، اِلَّا اَنَّهُمَا لَمْ يُكَرِّرَا: فَمِنْ ثَمَّ عَادَيْتُ رَأْسِيْ. (سیدنا) علی (بن ابی طالب رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے (غسل) جنابت میں ایک بال برابر جگہ دھونے سے چھوڑ دی تو اسے آگ میں ایسا ایسا عذاب دیا جائے گا۔ (سیدنا) علی (رضی اللہ عنہ) نے تین دفعہ فرمایا: اس وجہ سے میں اپنا سر منڈوا دیتا ہوں۔ اسے ابوداود (۲۴۹) احمد (۱/ ۹۴ ح ۷۲۷، ۱/ ۱۰۱ ح ۱۱۲۱) اور دارمی (۱/ ۱۹۲ ح ۷۵۷) نے روایت کیا ہے، سوائے اس کے کہ ان دونوں کی روایت میں "اس وجہ سے میں اپنا سر منڈوا دیتا ہوں" (تین دفعہ کی) تکرار نہیں ہے۔

**تحقیق الحدیث:** اس کی سند حسن ہے۔

نیز اسے ابن ماجہ (۵۹۹) نے بھی روایت کیا ہے اور حافظ ابن حجر نے صحیح قرار دیا ہے۔ (دیکھئے التلخیص الحبیر ۱/۱۴۲ ح ۱۹۰)

اس روایت کو حماد بن سلمہ نے عطاء بن السائب عن زاذان عن علی رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت کیا ہے۔

ابو عمر زاذان صحیح مسلم کے مرکزی راوی، ثقہ اور اہل سنت کے اولیاء میں سے تھے، ان پر حافظ ابن حجر وغیرہ کی تشیع والی جرح مردود ہے۔ دیکھئے میرا مضمون: الیاقوت والمرجان فی توثیق ابی عمر زاذان (ماہنامہ الحدیث حضرو: ۱۴ص ۲۳۔۲۶)

عطاء بن السائب جمہور کے نزدیک موثق ہونے کی وجہ سے ثقہ وصدوق ہیں، لیکن وہ آخری عمر میں اختلاط کا شکار ہو گئے تھے۔ (دیکھئے اختصار علوم الحدیث اردو مترجم ص ۱۲۶، نوع: ۶۲)

امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: سفیان (ثوری) شعبہ اور حماد بن سلمہ کی عطاء بن السائب سے (بیان کردہ) حدیثیں صحیح ہیں۔ (تاریخ ابن معین، روایۃ الدوری: ۱۴۶۵)

نیز ابن معین نے فرمایا: '' **و حماد بن سلمة سمع من عطاء بن السائب قديمًا قبل الاختلاط**'' اور حماد بن سلمہ نے عطاء بن السائب کے اختلاط سے پہلے، قدیم زمانے میں سنا۔ (سوالات ابن الجنید: ۳۸۷)

جمہور محدثین کی یہی تحقیق ہے، لہٰذا ثابت ہوا کہ یہ سند حسن لذاتہ ہے۔

**فقہ الحدیث:**

۱: وضو اور غسل کے دوران میں بہت احتیاط کرنی چاہئے، تاکہ جسم کا کوئی حصہ خشک نہ رہ جائے۔

۲: حج وعمرے کے علاوہ بھی سر کے بال منڈوانا جائز ہے، لہٰذا ایسا عمل کرنے والے صحیح العقیدہ شخص کو خارجی قرار دینا باطل ہے۔

۳: سلف صالحین کے فہم کو مدِنظر رکھتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے حکم پر عمل کرنا ضروری ہے۔

# توضیح الأحکام

سوال وجواب — تخریج الاحادیث

حافظ زبیر علی زئی

## میت دفن کرنے کے بعد قبر کے پاس سورۃ البقرۃ پڑھنا؟

**سوال** مجھے ایک ...دوست نے ایک حدیث میسیج (Message) کی ہے، جس کا مفہوم یہ ہے کہ ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: جب تم میں سے کوئی مر جائے تو اس کو بند نہ رکھو بلکہ قبر کی طرف اُسے جلدی لے جاؤ اور چاہیئے کہ دفن کے بعد اُس کے سرہانے پڑھا جائے سورۂ بقرہ کا اول بقرہ کا آخر پاؤں کی طرف پڑھا جائے۔مشکوٰۃ حدیث نمبر ۱۶۲۵ جلد ا''

آپ سے پوچھنا یہ ہے کہ اس حدیث کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ آیا یہ حدیث صحیح ہے یا ضعیف؟ (محمد یعقوب، مہلو تحصیل فتح جنگ، ضلع اٹک)

**الجواب** یہ روایت مشکوٰۃ کے ہمارے نسخے میں بحوالہ شعب الایمان للبیہقی مذکور ہے۔ (ج ا ص ۵۵۹ ح ۱۷۱۷)

شعب الایمان میں اس کی سند درج ذیل ہے:

**''أخبرنا علي بن أحمد بن عبدان :أخبرنا أحمد بن عبيد الصفار :حدثنا أبو شعيب الحراني :حدثنا يحيى بن عبد الله البابلتي :حدثنا أيوب بن نهيك الحلبي مولى آل سعد بن أبي وقاص قال:سمعت عطاء بن أبي رباح: سمعت عبد الله بن عمر ، سمعت النبي ﷺ يقول...''**

(ح ۹۲۹۴، نسخہ جدیدہ محققہ: ۸۸۵۴)

یہ روایت ابوشعیب کی سند کے ساتھ المعجم الکبیر للطبرانی (۱۲/ ۴۴۴ ح ۱۳۶۱۳) اور القراءۃ عند القبور للخلال (ح ۲) میں بھی مذکور ہے۔

اس سند میں دوراوی مجروح ہیں:

۱: یحییٰ بن عبداللہ بن الضحاک البابلتی کے بارے میں حافظ ابن حجر العسقلانی نے فرمایا: "ضعیف" (تقریب التہذیب:۷۵۸۵)

بیہقی نے فرمایا: "ضعیف" (السنن الکبریٰ ۴/ ۲۹۵)

حافظ ذہبی نے فرمایا: "واہٍ" یعنی ضعیف ہے۔ (المغنی فی الضعفاء ۲/ ۵۲۱ ت ۷۰۰۳)

ہیثمی نے فرمایا: "وھو ضعیف" (مجمع الزوائد ۳/ ۴۴)

ان کے علاوہ متقدمین میں سے ابو حاتم الرازی اور ابن عدی وغیرہما نے بھی اس البابلتی پر جرح کی ہے۔

۲: ایوب بن نہیک الحلبی کے بارے میں ابوحاتم الرازی نے فرمایا: "ھو ضعیف الحدیث"

ابوزرعۃ الرازی نے فرمایا: "ھو منکر الحدیث" (کتاب الجرح والتعدیل ۲/ ۲۵۹ ت ۹۳۰)

حافظ ابن حجر العسقلانی نے فرمایا: "وھو منکر الحدیث قالہ أبو زرعۃ ..."

(فتح الباری ۲/ ۴۰۹ تحت ح ۹۳۰)

حافظ ذہبی نے فرمایا: "ترکوہ" یعنی وہ متروک ہے۔

(دیوان الضعفاء ۱/ ۱۰۶ ت ۵۳۵، المغنی فی الضعفاء ۱/ ۱۵۱ ت ۸۳۷)

ہیثمی نے فرمایا: "و فیہ أیوب بن نھیك وھو متروك ضعفہ جماعۃ و ذکرہ ابن حبان فی الثقات و قال :یخطیٔ" (مجمع الزوائد ۲/ ۱۸۴)

جمہور کی جرح کے بعد ایوب بن نہیک کا ایک کتاب الثقات میں مذکور ہونا شاذ وغلط ہے اور جمہور کا فیصلہ ہی مقدم ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ آپ کی مسئولہ روایت سخت ضعیف و مردود ہے، نیز اس باب میں موقوف روایت بھی عبدالرحمٰن بن العلاء بن اللجلاج کے مجہول الحال ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ (۱۱/ اگست ۲۰۱۲ء)

# ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا

**سوال** ایک لڑکی کسی مشکل میں ایک جاننے والے سے مدد حاصل کرتی ہے اور وہ شخص اپنے دوستوں کے ساتھ مل کر اس لڑکی کو ڈرا دھمکا کر اس سے نکاح کر لیتا ہے۔ لڑکی نہ تو اس کی فیملی سے ہے نہ ہی علاقہ سے۔ دولت، حسن اور تعلیم میں بھی لڑکی لڑکے سے افضل ہے۔ نکاح کے دوران لڑکی کے خاندان میں سے کوئی بھی موجود نہیں۔ لڑکا پہلے سے شادی شدہ بھی ہے۔ لڑکی نکاح سے انکار کرتی ہے تو لڑکا اسے خاندان میں بے عزت کرنے اور جان سے مارنے کی دھمکی وغیرہ دیتا ہے۔ اس موقع پر لڑکی کو اپنے گھر اور علاقہ کا اتا پتہ معلوم نہیں اور وہ مکمل لڑکے کے کنٹرول میں ہے۔ وہ لڑکا اسے ایک ہی صورت میں گھر چھوڑ کے آنے پر راضی ہے: جب وہ نکاح کے لئے ہاں کرتی ہے۔ لڑکی کا بیان ہے کہ اس کے ساتھ زبردستی نکاح کیا گیا اور وہ دل اور دماغ سے کبھی اس نکاح کو نہیں مانتی۔ آپ قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان فرمائیں کہ مندرجہ بالا صورت میں زبردستی کیا گیا نکاح جائز ہے یا ناجائز۔

**الجواب** نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو عورت بھی اپنے ولی کے بغیر نکاح کرے تو اس کا نکاح باطل ہے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۷/ ۱۰۵، وسندہ حسن والحدیث صحیح، سنن ابی داود: ۲۰۸۳، سنن الترمذی: ۱۱۰۲، وقال: "ھذا حدیث حسن" صحیح ابن حبان: ۴۰۴۲، وصححہ الحاکم علیٰ شرط الشیخین ۲/ ۱۶۸)

اس روایت کے بہت سے شواہد بھی ہیں، بلکہ علامہ سیوطی نے اسے متواتر قرار دیا ہے۔

(دیکھئے قطف الازھار: ۸۷)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: " **لا نکاح إلا بولي مرشد أو سلطان** " خیر خواہ ولی یا سلطان کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔ (الاوسط لابن المنذر ۸/ ۲۶۴ ح ۷۱۸۳ وسندہ حسن)

امام مالک، امام شافعی اور امام احمد وغیرہم کا یہی قول ہے کہ ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔ (دیکھئے سنن الترمذی: ۱۱۰۲)

لہٰذا ثابت ہوا کہ صورتِ مسئولہ میں اس لڑکی کا نکاح نہیں ہوا۔ (۲۴/ مارچ ۲۰۱۳ء)

## جمہور سے مراد کون لوگ ہیں؟

**سوال** آپ کی اکثر تصانیف میں جمہور کا ذکر آتا ہے۔ جمہور سے مراد کون لوگ ہیں؟ آپ کے نزدیک جمہور میں کون کون سے محدثین اور علماء شامل ہیں؟

(عبدالمتین۔آسٹریلیا)

**الجواب** اسماء الرجال میں جمہور سے مراد ثقہ وصدوق صحیح العقیدہ محدثین کرام کی اکثریت ہے، مثلاً ایک کے مقابلے میں دو جمہور ہیں۔

مسئلہ سمجھانے کے لئے ایک مثال پیشِ خدمت ہے:

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے ایک بنیادی راوی فلیح بن سلیمان المدنی رحمہ اللہ ہیں۔ ان پر درج ذیل محدثین نے ضعیف وغیرہ کی جرح کی ہے:

☆ یحییٰ بن معین، ابوحاتم الرازی، نسائی، ابواحمد الحاکم الکبیر، علی بن المدینی، ابوکامل مظفر بن مدرک، ابوزرعۃ الرازی، عقیلی، ابن الجوزی اور بیہقی رحمہم اللہ

(کل ۱۰ عدد)

امام ابوداود کی طرف منسوب جرح باسند صحیح ثابت نہیں، لہٰذا ان کا حوالہ پیش کرنا غلط ہے۔

اور درج ذیل محدثین نے ان کی توثیق کی ہے، یعنی ثقہ وصحیح الحدیث وغیرہما قرار دیا ہے:

☆ بخاری، مسلم، بیہقی، ابن خزیمہ، ترمذی، حاکم، ابن عدی، ذہبی، ابن حبان، دارقطنی، ابن حجر العسقلانی، ابن الجارود، ابوعوانہ، ابونعیم الاصبہانی، ضیاء المقدسی، بغوی اور ابن شاہین وغیرہم رحمہم اللہ (کل ۱۷ عدد) (تفصیل کے لئے دیکھئے میری کتاب: تحقیقی مقالات ۴/ ۳۶۸۔۳۷۰)

[تنبیہ: بیہقی نے ان کی ایک روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور ایک کو منکر کہا ہے جس کی تطبیق یہ ہے: ''صحیح الحدیث في غیر ما انکر علیه'']

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ فلیح بن سلیمان جمہور یعنی اکثر محدثین کے نزدیک ثقہ و صدوق ہونے کی وجہ سے صحیح الحدیث یا حسن الحدیث راوی ہیں اور ان پر جرح مردود ہے۔

میرے نزدیک سلف صالحین کے مختلف طبقات ہیں، مثلاً: صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور اتباع تبع تابعین یعنی تین سو سالہ زمانۂ خیر القرون، چھٹی صدی ہجری تک زمانۂ تدوینِ حدیث اور اس کے بعد نویں صدی ہجری تک کے علمائے اسلام۔ صحابہ کے بعد ہر طبقے کے ہر فرد کے لئے صحیح العقیدہ اور ثقہ وصدوق عند الجمہور رہونا ضروری ہے۔

یاد رہے کہ ضعیف و مجروح، نیز اہلِ بدعت یعنی گمراہوں کو جمہور میں ہر گز شمار نہیں کیا جاتا، بلکہ ان لوگوں کا وجود اور عدم وجود ایک برابر ہے۔ (۱۸/ اگست ۲۰۱۳ء)

## نمازِ ظہر سے پہلے چار سنتوں کے احکام

**سوال** ظہر کی فرض رکعات سے پہلے چار رکعات سنت کے متعلق کیا احکام ہیں؟ اگر چار رکعات سنت فرض رکعات سے پہلے نہ پڑھ سکیں تو کیا حکم ہے؟

(عبدالمتین۔ آسٹریلیا)

**الجواب** سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے پہلے چار رکعتیں اور صبح کی نماز سے پہلے دو رکعتیں کبھی نہیں چھوڑتے تھے۔ (صحیح بخاری: ۱۱۸۲)

دوسری روایت میں ہے کہ آپ گھر میں ظہر سے پہلے چار رکعتیں پڑھتے تھے، پھر باہر جا کر لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے۔ الخ (صحیح مسلم: ۷۳۰ [۱۶۹۹])

سیدنا عبداللہ بن السائب بن صیفی المخزومی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زوال کے بعد، ظہر سے پہلے چار رکعتیں پڑھتے تھے، پھر فرماتے: اس وقت آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں اور میں پسند کرتا ہوں کہ (دربارِ الٰہی میں) میرا نیک عمل بلند (یعنی پیش) کیا جائے۔ (سنن الترمذی: ۴۷۸ وقال: ''حسن غریب'' وسندہ صحیح)

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے پہلے چار رکعتیں اور بعد میں دو رکعتیں پڑھتے تھے۔

(سنن الترمذی: ۵۹۸۔ ۵۹۹ ملخصاً وقال: ''ھذا حدیث حسن'' وسندہ حسن)

رسول اللہ ﷺ کی زوجہ محترمہ سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کوفرماتے ہوئے سنا:(( **من حافظ علٰی أربع رکعات قبل الظهر و أربع بعدها حرّمه اللّٰه علی النار.** )) جو شخص ظہر سے پہلے چار اور ظہر کے بعد چار رکعتوں کی حفاظت کرے (یعنی یہ رکعتیں ہمیشہ پڑھے) اللہ نے اسے آگ پر حرام قرار دیا ہے، یعنی وہ جہنم کی آگ میں داخل نہیں ہوگا۔ (سنن الترمذی: ۴۲۸ وقال: ''ھذا حدیث حسن صحیح غریب من ھذا الوجہ'' وسندہ حسن، شرح السنۃ للبغوی ۳/۴۶۴ ح ۸۸۹ ونقل عن الترمذی قولہ: ''حسن غریب'' وأقرہ، المعجم الکبیر للطبرانی ۲۳/ ۲۳۵ ح ۴۵۳، مسند الشامیین لہ: ۱۵۲۴)

اس روایت کی سند حسن لذاتہ ہے اور اس کے بہت سے شواہد بھی ہیں جن کی وجہ سے یہ حدیث صحیح لغیرہ ہے۔

اس سند کے ایک راوی ابوعبدالرحمٰن قاسم بن عبدالرحمٰن الدمشقی قولِ راجح میں جمہور کے نزدیک ثقہ وصدوق ہیں۔

عینی حنفی نے لکھا ہے: '' **وثقه الجمهور** '' **إلخ**

(عمدۃ القاری ۷/ ۱۴۶ ح ۱۱۰۳، میری کتاب: تحقیقی مقالات ۳/ ۴۰۰)

قاسم بن عبدالرحمٰن کے شاگرد علاء بن حارث بن عبدالوارث الدمشقی صحیح مسلم کے راوی اور ثقہ وصدوق ہیں۔ جمہور کی توثیق کے ساتھ بعض کی طرف سے ان پر دو اعتراضات بھی کئے گئے ہیں:

۱: **اختلاط** (یہ اعتراض ثابت نہ ہونے کی وجہ سے باطل ومردود ہے۔)

اسی اعتراض کا راوی ابوعبید الآجری مجہول الحال ہے۔

۲: **قدریت** (یہ ان سے باسند صحیح ہرگز ثابت نہیں کہ وہ تقدیر کے منکر تھے)

جمہور کی توثیق کے بعد ایسا (قدریت وغیرہ کا) اعتراض مردود ہوتا ہے اور اس اعتراض کا روایتِ حدیث کے ساتھ بھی کوئی تعلق نہیں۔

تنبیہ: اس باب میں اور روایات بھی موجود ہیں۔

سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر میں ظہر سے پہلے چار رکعتیں پڑھی ہیں۔
(دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ ۲/ ۱۹۹ ح ۵۹۴۲ وسندہ صحیح، ۵۹۴۵ ملخصاً وسندہ صحیح)

عبدالرحمٰن بن عبد: القاری رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ وہ عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) کے پاس گئے تو دیکھا کہ وہ ظہر سے پہلے (نفل) نماز پڑھ رہے ہیں، پس انھوں نے پوچھا: اے امیر المومنین! یہ کیا (کونسی) نماز ہے؟ آپ (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: یہ رات کی نماز (میں سے) ہے۔ (تہذیب الآثار لابن جریر الطبری، مسند عمر القسم الثانی ص ۹۶ ح ۲۸۶۳ وسندہ صحیح)

یعنی یہ رات کی (تہجد کی) نماز رہ گئی تھی، جو میں اب پڑھ رہا ہوں۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے حزب (یعنی اوراد واذکار) یا اس کے کسی حصے سے سو یا رہ جائے تو نمازِ فجر اور نمازِ ظہر کے درمیان اسے پڑھ لے، اسے اسی طرح ثواب ملے گا جیسا کہ رات کو پڑھا ہے۔ (صحیح مسلم: ۷۴۷ [۱۷۴۵])

اس حدیث سے امام ابن خزیمہ نے یہ استدلال کیا ہے کہ اگر تہجد کی نماز رہ جائے تو دن کو، حدیث میں مذکورہ وقت میں پڑھ لیں۔ (دیکھئے صحیح ابن خزیمہ ۲/ ۱۹۵ قبل ح ۱۱۷۱)

جاہلیت میں مسلمان ہونے والے عظیم ثقہ وعابد تابعی عمرو بن میمون الاودی رحمہ اللہ (م ۷۴ھ) نے فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ظہر سے پہلے چار رکعتیں اور صبح سے پہلے دو رکعتیں کسی حال میں بھی ترک نہیں کیا کرتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ: ۵۹۴۳ وسندہ صحیح)

ابوالاحوص سلام بن سلیم الحنفی مولاھم الکوفی کا حصین بن عبدالرحمٰن السلمی سے سماع ان کے اختلاط سے پہلے کا ہے، ان کی حصین سے روایات صحیح مسلم (۱۲۸۳ [۳۰۹۴]، ۱۶۲۳ [۴۱۸۱]) میں ہیں۔

ان تمام روایات وآثار کا خلاصہ یہ ہے کہ ظہر سے پہلے چار رکعتیں (نوافل یا سنتیں) پڑھنا بالکل صحیح ہے۔ یاد رہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی ثابت ہے کہ آپ ظہر سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے تھے۔ (صحیح بخاری: ۱۱۸۰ واللفظ لہ، صحیح مسلم: ۷۲۹ [۱۶۹۸])

اس سے ثابت ہوا کہ ظہر کے فرضوں سے پہلے صرف دو سنتیں پڑھنا بھی جائز ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر دو اذانوں کے درمیان (نفل) نماز ہے۔ پھر آپ نے (تیسری یا چوتھی دفعہ) فرمایا: ''لمن شاء''، جس کی مرضی ہو۔ (صحیح بخاری: ۶۲۷ واللفظ لہ، صحیح مسلم: ۸۳۸[۱۹۴۰۔۱۹۴۱])

اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی یہ دو رکعتیں (یا چار رکعتیں کسی وجہ سے) نہ پڑھ سکے تو جائز ہے۔

تنبیہ: چار سنتیں دو دو کر کے پڑھنا مسنون اور بہتر ہے جیسا کہ ''صلوٰۃ اللیل والنھار مثنی مثنی'' والی صحیح حدیث سے ثابت ہے، نیز سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا بھی یہی فتویٰ ہے۔ (دیکھئے توضیح الاحکام یعنی فتاویٰ علمیہ ۱/۴۲۴)

حسن بصری رحمہ اللہ کا بھی ایسا ہی فتویٰ ہے، اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ بھی اسی پر عامل تھے۔ (ایضاً ص ۴۲۵ بحوالہ مسائل احمد واسحاق روایۃ الکوسج: ۴۳۳، ۴۰۵)

اگر چار رکعتیں دو دو کے بجائے صرف ایک سلام سے بھی پڑھ لی جائیں تو بھی جائز ہے جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے عمل سے ثابت ہے۔

(دیکھئے مصنف عبدالرزاق: ۴۲۲۵، الاوسط لابن المنذر ۵/۲۳۶ وسندہ حسن)

سوال کی دوسری شق کا جواب یہ ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: نبی ﷺ جب ظہر سے پہلے چار رکعتیں نہ پڑھتے تو انھیں بعد میں پڑھتے تھے۔

(سنن ترمذی: ۴۲۶ وقال: ''حسن غریب'' وسندہ صحیح)

ایک اور روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ یہ چار رکعتیں نمازِ ظہر کے بعد دو سنتوں کے بعد پڑھتے تھے۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۱۵۸)

یہ روایت قیس بن الربیع ضعیف راوی (ضعفہ الجمہور) کی وجہ سے ضعیف ہے، لہٰذا ان سنتوں کی مذکورہ ترتیب ضروری نہیں۔

اگر کوئی شخص ظہر کی پہلی چار یا دو سنتیں نمازِ ظہر کے بعد (کسی وجہ سے) نہ پڑھ سکے تو بھی ''لمن شاء'' والی حدیث کی رُو سے جائز ہے۔ واللہ اعلم (۱۸/ اگست ۲۰۱۳ء)

حافظ ندیم ظہیر

## محقق دوراں، ذہبی زماں، محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا سفرِ آخرت

اس دارِ فانی میں جو بھی آتا ہے بالآخر یہاں سے جانا اس کا مقدر ہے لیکن بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جن کا خلا صدیوں میں پُر نہیں ہوتا، ان کی وفات سے بہار خزاں میں بدل جاتی ہے اور ان کے چلے جانے سے علم کا اٹھ جانا لازم آتا ہے۔

ع وما كان قيس هلكه هلك واحد ولكنه بنيان قوم تهدما

ستارے کتنے یہاں ڈوبتے ابھرتے ہیں کبھی کبھی ہی نکلتا ہے آفتاب کوئی

عزیزی، محبی، مکرمی واستاذی حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً کا شمار بھی ایسے ہی لوگوں میں ہوتا ہے جو دورِ حاضر کے عظیم محدث، مجتہد، مفتی اور غیور ناقد تھے۔ استاذ محترم وسیع النظر، وسیع المطالعہ اور کثیر الحافظہ تھے، حدیث، اصول حدیث، رجال اور اخبار وانساب کے امام تھے۔ آپ اخلاص وصداقت حق گوئی وحق پرستی اور جرأت وبے باکی کے جس درجے پر فائز تھے اس میں ریا ونفاق اور مصلحت اندیشی کا کہیں گزر نہیں تھا۔ دلائل و براہین کی وجہ سے اپنے خیالات وافکار میں اس قدر مضبوط تھے کہ اس میں ادنیٰ لچک بھی گوارہ نہ تھی، یہی وجہ ہے کہ کسی کاغذی جماعت کا حصہ بننے اور اس سے دنیاوی جاہ ومنصب حاصل کرنے کے بجائے تنہا اپنی ذات میں انجمن کا کردار ادا کیا اور ہمیشہ دین حنیف کی خدمت میں اپنے لیل ونہار بسر کئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم وفضل کے ساتھ فکر ونظر کی اصابت، استنباط مسائل کی قوت اور ملکہ اجتہاد میں سے وافر حصہ عطا کیا تھا جس بنا پر دور دراز کے علاقوں سے سائل کھنچے چلے آتے اور اطمینان قلب کے بعد واپس جاتے تھے۔ ہمارے شیخ رحمہ اللہ نے اپنی ساری زندگی کتاب وسنت کی ترجمانی، دین اسلام کی برتری اور اہل حق کی علمبرداری میں گزاری ہے۔ تدریس، تقریر اور تحریر کے ذریعے سے احقاق حق اور ابطال باطل کا فریضہ خوب سرانجام دیا۔ پوری تندہی اور جذبے سے اپنے مشن کی تکمیل میں مصروف تھے کہ اچانک بیماری نے آلیا۔

تقریباً دو ماہ بیمار رہنے کے بعد وہ چشمۂ فیض خشک ہو گیا جس کی آبیاری سے دین وملت کا چمن سیراب تھا۔ وہ مشفق مربی چلا گیا جس نے دلوں کی دنیا منور کی، وہ شمع بجھ گئی جو عرصہ دراز تک علم وفن کی ہر مجلس میں ضیا بار رہی، وہ تاجدار رخصت ہو گیا جس کا سکہ علم وفن کی پوری اقلیم میں رواں تھا، پیغام محمدی کا وہ شارح اور ترجمان خاموش ہو گیا جو فہم سلف صالحین کا پاسبان تھا، وہ محدث سفرِ آخرت کا مسافر بنا جو دفاع حدیث کے جذبے سے سرشار تھا، وہ پیکر علم وعمل روپوش ہو گیا جس کا دماغ نادر معلومات کا خزینہ اور سینہ علوم نبوی کا سفینہ تھا۔ احادیث وسنن کا وہ محافظ بچھڑ گیا جس کا قلم دشمنان اہل حق کی علمی خیانتوں اور عیاریوں کو بےنقاب کرتا اور دین اسلام کی حقانیت وصداقت کو آشکار کرتا تھا اور وہ ماہر حاذق ہم سے جدا ہوا جس نے مہارت و فن کی ایسی یادگاریں چھوڑیں جو مدتوں علمی دنیا کی رہنمائی کرتی رہیں گی۔ آہ!

اس غم کی تلافی کیا ہوگی، اس درد کا درماں کیا ہوگا

**تدمع العين و يحزن القلب　　ولا نقول الا ما يرضى ربنا**

**و انا بفراقك لمحزونون**

۲۵/ جون ۱۹۵۷ء کو حضرو کی سرزمین پر طلوع ہونے والا علم وآگہی کا یہ آفتاب ۱۰/ نومبر ۲۰۱۳ء بمطابق ۵/ محرم الحرام ۱۴۳۵ھ، بروز اتوار کو غروب ہو گیا۔

**رحمة الله عليك　　خير اخلاف الكرام**

**نم قرير العين في　　قبرك إلى يوم القيام**

**كنت فى الدنيا سلامًا　　صرت في دار السلام**

محدث دوراں حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی نماز جنازہ ممتاز عالم دین اور ان کے استاذ حافظ عبدالحمید ازہر حفظہ اللہ نے آپ کے آبائی گاؤں میں پڑھائی اور آپ کو حضرو کے قبرستان میں ہزاروں لوگوں کی آہوں اور سسکیوں میں سپرد خاک کیا گیا۔

چپہ چپہ پہ ہے واں گوہر یکتا تہِ خاک　　دفن ہوگا نہ کہیں ایسا خزانہ ہرگز

**إنا لله و إنا إليه راجعون، اللّهم اغفرله وارحمه.**

حافظ ندیم ظہیر

# علم کیسے اٹھتا ہے؟

**الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الأمین، أما بعد:**

اہل علم کا خطہ ارض پر موجود ہونا لوگوں کے لئے باعث رحمت وسعادت ہے اور ان کا یہاں سے چلے جانا حسرت ویاس کے علاوہ برائیاں عام ہونے کا ذریعہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بلاشبہ یہ علاماتِ قیامت میں سے ہے کہ علم اٹھالیا جائے گا اور جہالت پھیل جائے گی۔ (کھلم کھلا) شراب پی جائے گی اور زنا پھیل جائے گا'' (صحیح بخاری: ۸۰، صحیح مسلم: ۶۷۸۵)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''(قیامت کے قریب) وقت مختصر ہو جائے گا، علم اٹھا لیا جائے گا، لوگوں میں بخل عام ہوگا، فتنے رونما ہوں گے اور ہرج بکثرت ہوگا۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہرج سے کیا مراد ہے؟

آپ نے فرمایا: ''قتل وغارت۔'' (صحیح بخاری: ۷۰۶۱، صحیح مسلم: ۲۶۸۲[۶۷۹۴])

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''اللہ تعالیٰ علم کو اس طرح نہیں اٹھائے گا کہ اسے لوگوں (کے سینوں) سے کھینچ لے لیکن وہ علم کو اہل علم کی وفات کے ذریعے سے اٹھائے گا حتیٰ کہ جب کوئی عالم باقی نہیں رہے گا تو لوگ جاہلوں کو سردار بنالیں گے۔ جب ان سے سوال کیا جائے گا تو وہ بغیر علم کے فتویٰ دیں گے، لہٰذا وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔''

(صحیح بخاری: ۱۰۰، صحیح مسلم: ۶۸۰۰)

عمار بن ابی عمار بیان کرتے ہیں کہ جب سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: علم کا اٹھنا اس طرح ہے۔ آج (زید رضی اللہ عنہ کے ساتھ) بہت زیادہ علم دفن کر دیا گیا۔ (المعرفۃ والتاریخ للفسوی ۱/ ۲۶۱ وسندہ حسن)

معلوم ہوا کہ علم اٹھنے سے مراد علماء کا فوت ہونا ہے۔ جوں جوں اہل علم اس دنیا سے

جارہے ہیں تو معاشرے میں بدامنی، فتنہ وفساد، معصیت و نافرمانی اور قتل و غارت کی بھی کثرت ہورہی ہے جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ علمائے حق محلے، علاقے، شہر اور ملک وملت کے لئے باعث رحمت و برکت ہوتے ہیں۔

ابو العلاء ہلال بن خباب بیان کرتے ہیں کہ میں نے سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے دریافت کیا: اے ابوعبداللہ! لوگوں کی ہلاکت و بربادی کی نشانی کیا ہے؟ انھوں نے فرمایا: جب ان کے علماء فوت ہو جائیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱۴/ ۳۸ وسندہ صحیح)

[تنبیہ: مصنف کے اکثر نسخوں میں ''ثابت بن زید'' ہے جو کہ خطا ہے۔ صحیح ثابت بن یزید ہے اور یہ ثقہ راوی ہیں۔ دیکھئے جامع بیان العلم وفضلہ لابن عبدالبر (۱/ ۴۸۳) اور کتب اسماء الرجال وغیرہ، نیز ابواسامہ حماد بن ابی اسامہ بریٔ من التدلیس ہیں۔]

اس میں کوئی شک نہیں کہ احادیث مذکورہ میں ان امور کی اطلاع دی جارہی ہے جو قرب قیامت واقع ہوں گے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ علم وعلماء کی عدم موجودگی میں جہالت کا دور دورہ ہوتا ہے جس بنا پر دنیا میں بے راہ روی اور گناہ عام ہو جاتے ہیں، لہٰذا عوام وخواص اور ارباب حل وعقد کو چاہیے کہ علمائے کرام کے سامنے مشکلات و رکاوٹیں کھڑی کرنے کے بجائے ان کی قدر کرتے ہوئے دینی معاملات میں ان سے تعاون کریں اور جو اس دنیا سے چلے گئے ہیں انھیں ہمیشہ اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ اللھم اغفرلھم وارحمھم

ساتھ ہی اہل علم کے لئے بھی لمحہ فکریہ ہے کہ وہ دیگر مصروفیات محدود کر کے تحریر، تقریر اور تدریس کے ذریعے سے دوسروں تک اپنا علم خوب پہنچائیں تاکہ جب اس دنیا سے رخصت ہوں تو کتابوں اور شاگردوں کی صورت میں صدقہ جاریہ رہے۔ قحط الرجال کے اس دور میں محدث حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی وفات، بہت بڑا سانحہ ہے اور یہ سلسلہ جاری ہے کبھی استاذ الاساتذہ حافظ عبدالمنان نورپوری رحمہ اللہ کی جدائی تو کبھی ڈاکٹر عبدالرشید اظہر رحمہ اللہ کا ہم سے بچھڑنا، لہٰذا طلباء سے گزارش ہے کہ حصول علم کے لئے سنجیدگی سے لائحہ عمل تیار کریں۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: علم اٹھ جانے سے پہلے حاصل کرلو اور اس کا اٹھنا علماء کا فوت ہونا ہے۔ (جامع بیان العلم وفضلہ لابن عبدالبر ۱/ ۴۸۰ ح ۱۰۱۷، وسندہ صحیح)

حافظ زبیر علی زئی

# عبدالقدوس بن بکر بن خنیس الکوفی رحمہ اللہ

سنن ترمذی اور سنن ابن ماجہ وغیرہما کے راوی ابوالجہم عبدالقدوس بن بکر بن خنیس الکوفی کے چند اساتذہ کے نام درج ذیل ہیں:

بکر بن خنیس، حبیب بن سلیم العبسی، حجاج بن ارطاۃ، مالک بن مغول اور ہشام بن عروہ وغیرہم۔ان کے چند تلامذہ کے نام درج ذیل ہیں:

ابراہیم بن موسیٰ الفراء، احمد بن حنبل، احمد بن منیع، صالح بن ہیثم الواسطی، عبداللہ بن عون الخراز اور مغیرہ بن معمر البصری وغیرہم۔

درج ذیل محدثین کرام سے آپ کی توثیق وتعریف ثابت ہے:

ا: امام ابوحاتم الرازی نے فرمایا: "**لا بأس بحدیثه**" ان کی حدیث کے ساتھ کوئی حرج نہیں۔ (کتاب الجرح والتعدیل ۶/۵۶ ت ۲۹۸)

۲: حافظ ابن حبان نے انھیں کتاب الثقات میں ذکر کیا اور فرمایا: "**روی عنه أحمد ابن حنبل**" ان سے احمد بن حنبل نے روایت بیان کی۔ (۴۱۹/۸)

۳: امام ترمذی نے ان کی بیان کردہ ایک حدیث کو حسن (صحیح) کہا۔ (ح ۹۸۶)

ابن القطان الفاسی نے کہا: "**و أری أن الترمذي قد وثقه بتصحیح حدیثه**" اور میں سمجھتا ہوں کہ ترمذی نے انھیں تصحیحِ حدیث کے ذریعے سے ثقہ قرار دیا ہے۔

(بیان الوہم والایہام ۵/۲۳۷ ح ۲۴۴۶)

۴: امام احمد بن حنبل نے ان سے بہت سی احادیث بیان کیں اور آپ عام طور پر اپنے نزدیک صرف ثقہ سے ہی روایت بیان کرتے تھے۔حافظ ابن حجر نے فرمایا: کیونکہ احمد اور علی (بن المدینی) دونوں (اپنے نزدیک) صرف مقبول (ثقہ وصدوق) سے ہی روایت بیان کرتے تھے۔ (تہذیب التہذیب ۳/۵۴۰ ترجمہ محمد بن الحسن بن آتش الیمانی)

☆ ابوالقاس البغوی کے استاد اسحاق بن ابراہیم المروزی (؟؟) نے کہا:
" نا عبد القدوس بن بكر بن خنيس و كان من خيار الناس " ہمیں عبدالقدوس بن بکر بن خنیس نے حدیث بیان کی اور وہ بہترین لوگوں میں سے تھے۔
(الفقیہ والمتفقہ للخطیب البغدادی، نسخہ محققہ: ۱۳۲)

یہ روایت المروزی کے عدمِ تعین کی وجہ سے ثابت نہیں، لہٰذا اس پر یہاں کوئی نمبر نہیں لگایا گیا۔ اس توثیق کے مقابلے میں اب غیر ثابت جرح کی تحقیق پیشِ خدمت ہے:

☆ حافظ ذہبی نے لکھا ہے:
" و ذكره البخاري في كتاب الضعفاء فقال: لا يعرف لحجاج سماع من عامر و قال أبو حاتم: لا بأس به ." اور انھیں بخاری نے کتاب الضعفاء میں ذکر کیا تو کہا: حجاج (بن ارطاۃ) کا عامر (بن عبداللہ) سے سماع معلوم نہیں اور ابوحاتم نے فرمایا: اس کے ساتھ کوئی حرج نہیں۔ (میزان الاعتدال ۲/۶۴۲ ت ۵۱۵۵)

حافظ ذہبی کا یہ قول کہ انھیں بخاری نے کتاب الضعفاء میں ذکر کیا، کئی وجہ سے غلط ہے:

۱: میرے علم کے مطابق کتاب الضعفاء للبخاری کے کسی مطبوعہ یا مخطوطہ نسخے میں عبدالقدوس بن بکر کا ترجمہ موجود نہیں۔

۲: کتاب الضعفاء للبخاری میں جو راوی مذکور ہو، بعد کے کئی محدثین مثلاً حافظ ابن عدی (فی الکامل) اور حافظ عقیلی (فی الضعفاء الکبیر) وغیرہما اسے امام بخاری کی سند سے نقل کرتے ہیں، لیکن عبدالقدوس مذکور کا ذکر ان کتابوں میں نہیں۔ حافظ ابن الجوزی نے بھی اپنی کتاب الضعفاء میں امام بخاری کی طرف منسوب قول نقل نہیں کیا۔

۳: حافظ ذہبی نے بذاتِ خود لکھا ہے: " وهو قليل الرواية ، ما رأيت لأحد فيه كلامًا " اور وہ قلیل الروایت ہیں، میں نے ان (کے بارے) میں کسی کا کلام (یعنی جرح کا قول) نہیں دیکھا۔ (تاریخ الاسلام ۱۲/۲۸۱ ت ۲۳۰)

جب جرح ہی نہیں دیکھی تو کتاب الضعفاء میں تذکرہ کہاں سے آ گیا؟

۴:  امام بخاری نے اپنی مشہور کتاب التاریخ الکبیر میں عبدالقدوس بن بکر کو ذکر کیا اور کسی قسم کی کوئی جرح نہیں کی بلکہ صرف حجاج بن ارطاۃ پر کلام کیا۔  (دیکھئے ج۶ ص۱۲۱ ت۱۹۰۲)

معلوم یہی ہوتا ہے کہ حافظ ذہبی کو یہاں سہو وتسامح ہوا ہے کہ انھوں نے سبقت قلم سے "وذكره البخاري في كتاب التاريخ" کے بجائے "وذكره البخاري في كتاب الضعفاء" لکھ دیا۔

۵:  امام بخاری سے عبدالقدوس بن بکر پر جرح باسند صحیح ہرگز ثابت نہیں اور بے سند حوالے حجت نہیں ہوتے بلکہ صحیح دلائل کے مقابلے میں ہمیشہ مردود ہوتے ہیں۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ حافظ ذہبی کا پیش کردہ حوالہ غلط ہے۔

حافظ ابن حجر العسقلانی نے لکھا ہے:

"قلت: و ذكر محمود بن غيلان عن أحمد و ابن معين و أبي خيثمة أنهم ضربوا على حديثه" میں نے کہا: محمود بن غیلان نے احمد، ابن معین اور ابوخیثمہ سے نقل کیا کہ انھوں نے اس کی حدیث کو کاٹ دیا تھا۔  (تہذیب التہذیب ۲/۶۰۰)

امام محمود بن غیلان رحمہ اللہ (م ۲۳۹ھ) تو حافظ ابن حجر کے آباء واجداد کی پیدائش سے بھی صدیوں پہلے فوت ہو گئے تھے، لہٰذا یہ بے سند حوالہ باطل ومردود ہے۔

کسی کتاب میں محمود بن غیلان سے یہ جرح باسند صحیح ثابت نہیں۔

اس حوالے کے باطل ہونے کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے عبدالقدوس بن بکر سے مسند احمد (۱/ ۴۲۸، ۲/ ۲۱۵، ۳/ ۳۵۷ وغیر ذلک) وغیرہ میں بہت سی روایات بیان کی ہیں۔

**خلاصۃ التحقیق:**  عبدالقدوس بن بکر بن خنیس چار محدثین کی توثیق اور عدمِ جرح کی وجہ سے ثقہ وصدوق راوی ہیں اور ان کی بیان کردہ حدیث صحیح لذاتہ ہوتی ہے۔

آپ ۱۸۱ھ اور ۱۹۰ھ کے درمیان یعنی دوسری صدی ہجری میں فوت ہوئے۔ رحمہ اللہ

(۱۹/ اگست ۲۰۱۳ء)

حافظ زبیر علی زئی

# اہلِ حدیث اور آثارِ سلف صالحین: صحابہ و تابعین

**الحمد للّٰہ ربّ العالمین و الصلٰوۃ و السّلام علٰی رسوله الأمین و رضي اللّٰہ عن الصحابة أجمعین و رحمة اللّٰہ علی التابعین و أتباع التابعین و من تبعھم بإحسان إلٰی یوم الدین . أما بعد:**

اہلِ حدیث یعنی اصلی اہلِ سنت کے خلاف بعض لوگ یہ جھوٹا پروپیگنڈا کرتے ہیں کہ اہلِ حدیث سلف صالحین کو نہیں مانتے، اکابر پر اعتماد نہیں کرتے اور اپنی مرضی و خواہشات پر عمل کرتے ہیں۔ وغیر ذلک من الاکاذیب والافتراءات

یہ بالکل جھوٹا پروپیگنڈا ہے اور اس کے برعکس اہلِ حدیث کا یہ اصول ہے کہ قرآن، حدیث اور اجماع حجت ہیں، وہ اجتہاد کو جائز سمجھتے ہیں اور ہر بات میں سلف صالحین کا فہم ہمیشہ مدِ نظر رکھتے ہیں۔

چودھویں صدی ہجری کے ایک اہل حدیث عالم حافظ عبداللہ روپڑی رحمہ اللہ نے بھی لکھا ہے: ''خلاصہ یہ کہ ہم تو ایک ہی بات جانتے ہیں وہ یہ کہ سلف کا خلاف جائز نہیں۔''

(فتاویٰ اہل حدیث ۱/ ۱۱۱، ماہنامہ الحدیث حضرو: ۱ ص ۴)

اس تمہید کے بعد عرض ہے کہ عقیدہ ہو یا احکام و مسائل، اہلِ حدیث کا ہر متفقہ مسئلہ صحابہ و تابعین اور سلف صالحین سے ثابت ہے۔

آلِ دیوبند و آلِ بریلی کے مقابلے میں اہلِ حدیث یعنی اہلِ سنت کے بیس (۲۰) مشہور عقائد و مسائل اور ان کا ثبوت صحابہ و تابعین اور سلف صالحین سے پیشِ خدمت ہے:

## ۱) استواء الرحمٰن علی العرش

جب رسول اللہ ﷺ وفات پا گئے تو سیدنا ابو بکر (الصدیق) رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

**'' أیھا الناس! إن کان محمد إلٰھکم الذي تعبدون فإن إلٰھکم قدمات و إن**

**كان إلٰهكم الله الذي فى السماء فإن إلٰهكم لم يمت ...''**

اے لوگو! اگر محمد (ﷺ) تمھارے معبود (خدا) تھے جن کی تم عبادت کرتے تھے تو بے شک تمھارا معبود فوت ہو گیا ہے اور اگر اللہ تمھارا معبود ہے جو آسمان پر ہے تو بے شک تمھارا معبود فوت نہیں ہوا۔ الخ

(کتاب الرد علی الجہمیہ للامام عثمان بن سعید الدارمی: ۷۸ وسندہ صحیح واللفظ لہ، التاریخ الکبیر للبخاری ۱/ ۲۰۱۔۲۰۲)

اس اثر کے بارے میں حافظ ذہبی نے فرمایا: '' **أخرجه هكذا الدارمي بإسناد صحيح ...''** (کتاب العرش للذہبی ص ۱۲۵ ح ۱۰۱)

☆ **سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:**

ہر آسمان سے دوسرے آسمان تک پانچ سو سال کا فاصلہ ہے، زمین سے آسمان تک پانچ سو سال کا فاصلہ ہے، ساتویں آسمان اور کرسی کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے، کرسی اور پانی کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے، عرش پانی پر ہے اور اللہ عرش ہے، وہ تمھارے اعمال جانتا ہے۔ (کتاب التوحید لابن خزیمہ ص ۱۰۵، دوسرا نسخہ ۱/ ۲۴۲۔۲۴۳ ح ۱۴۹، تیسرا نسخہ ۱/ ۲۲۲ ح ۱۷۸، وسندہ حسن لذاتہ، الاسماء والصفات للبیہقی ۲/ ۱۸۶۔۱۸۷ ح ۸۵۱ وقال الذہبی فی کتاب العرش ص ۱۲۹ ح ۱۰۵: '' بإسناد صحيح عنه '')

یہ اثر (قولِ ابن مسعود رضی اللہ عنہ) بہت سی کتابوں مثلاً المعجم الکبیر للطبرانی (۹/ ۲۲۸) اور الرد علی الجہمیہ لعثمان بن سعید الدارمی (۸۱) وغیرہما میں بھی موجود ہے۔

دیگر آثارِ صحابہ، نیز آثارِ تابعین ومن بعدہم کے لئے کتاب العرش اور کتاب العلو للعلی الغفار للذہبی وغیرہ کتابوں کی طرف رجوع کریں۔

ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ سات آسمانوں سے اوپر اپنے عرش پر مستوی ہے۔

امام مالک نے فرمایا: '' **الله فى السماء و علمه في كل مكان ، لا يخلو من علمه مكان .''** اللہ آسمان پر ہے اور اس کا علم ہر جگہ کو محیط ہے، اس کے علم سے کوئی جگہ بھی خالی (باہر) نہیں۔ (مسائل ابی داود ص ۲۶۳ وسندہ حسن لذاتہ، کتاب الشریعۃ للآجری: ۶۵۲۔۶۵۳)

یہ اثر بھی بہت سی کتابوں میں ہے اور حافظ ذہبی نے اسے ''ثابت عن مالك رحمه الله''
قرار دیا ہے۔ (کتاب العرش ص ۱۸۰ ح ۱۵۵)

امام عبداللہ بن المبارک المروزی نے فرمایا:

'' نعرف ربنا فوق سبع سمٰوات علی العرش استوی ، بائن من خلقه و لا نقول كما قالت الجهمية :إنه هاهنا - و أشار إلی الأرض .''

ہم اپنے رب کو جانتے ہیں وہ سات آسمانوں کے اوپر عرش پر مستوی ہے، اپنی مخلوق سے جدا ہے اور ہم جہمیہ کی طرح یہ نہیں کہتے کہ وہ یہاں ہے، اور آپ نے زمین کی طرف اشارہ کیا۔
(الاسماء والصفات للبیہقی ص ۴۲۷ دوسرا نسخہ ص ۵۳۸ وسندہ صحیح وصححہ الذہبی فی العلو للعلی الغفار ۲/ ۹۸۶ قبل ح ۳۶۱ وابن تیمیہ فی الحمویہ ص ۲۶۹ وغیرہما)

یہ اثر بھی بہت سی کتابوں میں مثلاً کتاب التوحید لابن مندہ (ح ۸۹۹) وغیرہ میں موجود ہے۔

## ۲) ائمہ اربعہ میں سے صرف ایک امام کی تقلید کرنا یعنی تقلیدِ شخصی

تقلید کا لغوی معنیٰ ''بلا دلیل پیروی کرنا، آنکھ بند کر کے کسی کے پیچھے چلنا'' اور بے سوچے سمجھے یا بے دلیل پیروی، نقل اور سپردگی ہے۔ (دیکھئے القاموس الوحید ص ۱۳۴۶)

تقلید کا اصطلاحی معنی درج ذیل ہے:

'' هو تعظيم الرجال و ترك الأدلة '' یہ رجال کی (حد سے زیادہ) تعظیم اور دلائل کو ترک کرنا ہے۔ (کتاب الفنون لابن عقیل ۳/ ۶۰۴ بحوالہ ماہنامہ التوحید ص ۹ جولائی ۲۰۰۶ء)

یعنی قرآن وحدیث کے خلاف کسی کی بات کو ماننا تقلید کہلاتا ہے۔

تنبیہ: اہلِ حدیث کے نزدیک اگر کسی امتی کا کوئی قول یا فعل قرآن وحدیث کے صریح خلاف ہو، سلف صالحین سے بھی اس کی مخالفت ثابت ہو اور تطبیق ممکن نہ ہو تو یہ قول و فعل ہرگز حجت نہیں، بلکہ ایسی حالت میں قرآن وحدیث پر ہی عمل کیا جائے گا اور ایسے تمام اقوال و افعال کو چھوڑ دیا جائے گا۔

☆ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

" أما العالم فإن اهتدى فلا تقلّدوه دينكم ..." اگر عالم ہدایت پر (بھی) ہو تو اپنے دین میں اس کی تقلید نہ کرو۔ الخ (جامع بیان العلم وفضلہ لابن عبدالبر ۲/۲۲۲ ح ۹۵۵ وسندہ حسن)

اس حدیث کے راوی عبداللہ بن سلمہ المرادی جمہور کے نزدیک ثقہ وصدوق ہیں اور یہ روایت ان کے اختلاط سے پہلے کی ہے۔ (نیز دیکھئے فتح الباری ۱/۴۰۸ ح ۳۰۵)

اس روایت کو امام دارقطنی اور حافظ ابونعیم الاصبہانی وغیرہما نے صحیح قرار دیا ہے۔

(دیکھئے دین میں تقلید کا مسئلہ ص ۳۷ طبع جدید)

☆ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

" لا تقلّدوا دينكم الرجال ... "اپنے دین میں لوگوں کی تقلید نہ کرو۔ الخ

(السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۱۰، وسندہ صحیح، دین میں تقلید کا مسئلہ ص ۳۵)

امام شافعی رحمہ اللہ نے اپنی تقلید اور دوسروں کی تقلید سے منع فرمایا۔

(دیکھئے کتاب الام مختصر المزنی ص ۱)

نیز فرمایا:" ولا تقلّدوني " اور میری تقلید نہ کرو۔

(آداب الشافعی ومناقبہ لابن ابی حاتم ص ۵۱ وسندہ حسن)

امام احمد بن حنبل نے امام ابوداود سے فرمایا:

" لا تقلّد دينك أحدًا من هؤلاء..."

اپنے دین میں، ان لوگوں میں سے کسی ایک کی بھی تقلید نہ کر۔ الخ (مسائل ابی داود ص ۲۷۷)

تفصیل کے لئے دیکھئے میری کتاب: دین میں تقلید کا مسئلہ

## ۳) جرابوں پر مسح

سیدنا عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے (سیدنا) علی (بن ابی طالب رضی اللہ عنہ) کو دیکھا، انھوں نے پیشاب کیا، پھر وضو کیا اور جرابوں پر مسح کیا۔

(الاوسط لابن المنذر ۱/۴۶۲ ح ۴۷۷ وسندہ صحیح، دوسرا نسخہ ۱/۴۶۲ ح ۴۷۹)

☆ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے وضو کیا تو جرابوں پر مسح کیا۔

(دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ ۱/ ۱۸۹ ح ۱۹۸۴، وسندہ صحیح)

نیز سیدنا ابو مسعود عقبہ بن عمرو الانصاری، سیدنا سہل بن سعد الساعدی اور سیدنا ابو امامہ صُدی بن عجلان الباہلی رضی اللہ عنہم وغیرہم سے بھی مسح علی الجوربین ثابت ہے۔

(دیکھئے اشاعۃ الحدیث حضرو: ۱۰۱ ص ۴۰۔ ۴۱ مضمون: موٹی جرابوں پر مسح جائز ہے)

کئی تابعین عظام مثلاً سعید بن جبیر اور عطاء بن ابی رباح وغیرہما رحمہم اللہ سے بھی مسح علی الجوربین ثابت ہے۔

## ٤) سورۃ الفاتحہ خلف الامام

ایک مشہور حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(( **لا صلوٰة لمن لم یقرأ بفاتحة الکتاب** ))

جو شخص سورۂ فاتحہ نہ پڑھے اُس کی نماز نہیں ہوتی۔ (صحیح بخاری: ۷۵۶)

اس حدیث کے راوی سیدنا عبادہ بن الصامت البدری رضی اللہ عنہ نے امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھی اور بعد میں سیدنا محمود بن ربیع رضی اللہ عنہ کے پوچھنے پر بتایا:

" **أجل ، أنه لا صلوٰة إلا بها** "

جی ہاں (میں نے سورۂ فاتحہ پڑھی ہے) بے شک جو اسے نہیں پڑھتا اُس کی نماز نہیں ہوتی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۱/ ۳۷۵ ح ۳۷۷۰ وسندہ صحیح)

اس اثر کے بارے میں محمد تقی عثمانی دیوبندی نے کہا: "صحیح ہے" (درس ترمذی ۲/ ۷۶)

سرفراز خان صفدر دیوبندی نے لکھا ہے:

"بہر حال یہ بالکل صحیح بات ہے کہ حضرت عبادہؓ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کے قائل تھے اور ان کی یہی تحقیق اور یہی مسلک و مذہب تھا۔ مگر فہم صحابی اور موقوف صحابی حجت نہیں۔" الخ (احسن الکلام ۲/ ۱۴۲، دوسرا نسخہ ۲/ ۱۵۶، نیز دیکھئے الکواکب الدریہ ص ۹۶)

اس اثر پر تفصیل کے لئے دیکھئے آئینۂ دیوبندیت (ص ۱۷۹۔ ۱۸۰)

☆ ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
جوشخص ایسی نماز پڑھے جس میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھے تو وہ ناقص ہے، پوری نہیں۔
(صحیح مسلم ۱/ ۱۶۹ ح ۳۹۵ ملخصاً)

اس حدیث کے راوی سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
" **إذا قرأ الإمام بأم القرآن فاقرأ بها و اسبقه** ..." جب امام سورۂ فاتحہ پڑھے تو تم بھی اسے پڑھو اور امام سے پہلے پڑھ لو۔ الخ (جزء القراءۃ للبخاری: ۲۳۷، ۲۸۳ وسندہ صحیح)

اس اثر کے بارے میں ایک غالی حنفی محمد بن علی النیموی التقلیدی نے بھی لکھا ہے:
" **و إسناده حسن** " (آثار السنن: ۳۵۸)

☆ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: " **اِقرأ خلف الإمام بفاتحة الكتاب** "
امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/ ۳۷۵ ح ۳۷۷۳، کتاب القراءت للبیہقی: ۴۳۶ وقال:" و هذا إسناد صحيح ، لا غبار عليه " الاوسط لابن المنذر ۳/ ۱۰۹، وسندہ صحیح)

سیدنا ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے بھی امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کا ارشاد موجود ہے۔
(دیکھئے جزء القراءۃ للبخاری: ۱۱، ۱۰۵، وسندہ حسن)

سیدنا انس بن مالک الانصاری رضی اللہ عنہ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ (پڑھنے) کا حکم دیتے تھے۔ (کتاب القراءۃ للبیہقی: ۲۳۱ وسندہ حسن)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے مشہور شاگرد امام سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے فاتحہ خلف الامام کا حکم دیا۔ (کتاب القراءۃ للبیہقی: ۲۳۷، مصنف عبدالرزاق: ۲۷۸۹)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے امام عروہ بن الزبیر المدنی رحمہ اللہ فرماتے تھے:
امام کے سکتے میں پڑھو، کیونکہ سورۂ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔
(کتاب القراءۃ للبیہقی: ۲۳۸ وسندہ حسن)

امام شافعی رحمہ اللہ نے اپنے آخری قول میں فرمایا:
کسی آدمی کی نماز جائز نہیں جب تک وہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھ لے، چاہے امام ہو یا

مقتدی، امام جہری قراءت کر رہا ہو یا سری، مقتدی پر یہ ضروری ہے کہ سری اور جہری نمازوں میں سورۂ فاتحہ پڑھے۔ (معرفۃ السنن والآثار للبیہقی ۲/ ۵۸ ح ۹۲۸ وسندہ صحیح)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے جہری نمازوں میں قراءت خلف الامام کے بارے میں فرمایا: سورۂ فاتحہ پڑھو۔ (تاریخ نیسابور للحاکم بحوالہ سیر اعلام النبلاء ۱۳/ ۵۵۰۔۵۵۱، وسندہ صحیح)

ملک شام کے عظیم فقیہ امام اور محدث عبدالرحمٰن بن عمرو الاوزاعی رحمہ اللہ (م ۱۵۷ھ) نے فرمایا: امام پر یہ حق (یعنی لازم) ہے کہ وہ نماز شروع کرتے وقت، تکبیر اولیٰ کے بعد سکتہ کرے اور سورۂ فاتحہ کی قراءت کے بعد ایک سکتہ کرے تاکہ اس کے پیچھے نماز پڑھنے والے سورۂ فاتحہ پڑھ لیں اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو وہ (مقتدی) اسی کے ساتھ سورۂ فاتحہ پڑھے اور جلدی پڑھ کر ختم کر لے، پھر کان لگا کر (قراءت) سنے۔

(کتاب القراءت للبیہقی: ۲۴۷ وسندہ صحیح)

فاتحہ خلف الامام کے مسئلے پر مفصل دلائل کے لئے درج ذیل دو کتابیں پڑھ لیں:

۱: نصر الباری فی تحقیق جزء القراءۃ للبخاری۔

۲: الکواکب الدریہ یعنی مسئلہ فاتحہ خلف الامام۔

## ۵) نماز میں رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نماز میں رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔ (دیکھئے صحیح بخاری: ۷۳۹ وسندہ صحیح، مسائل الامام احمد روایۃ عبداللہ بن احمد ۱/ ۲۴۴ وسندہ صحیح، نور العینین طبع جدید ص ۱۵۹)

سلیمان الشیبانی (ثقہ راوی) سے روایت ہے کہ میں نے دیکھا، سالم بن عبداللہ (بن عمر) جب نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے، پھر جب رکوع کرتے تو رفع یدین کرتے، پھر جب رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع یدین کرتے تھے۔

میرے پوچھنے پر انھوں نے بتایا کہ میں نے اپنے والد (سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ) کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا ہے اور انھوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے

ہوئے دیکھا ہے۔ (حدیث السراج ۲/۳۴۔۳۵ ح ۱۱۵، وسندہ صحیح)

☆ سیدنا مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ شروع نماز، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔ (دیکھئے صحیح بخاری: ۷۳۷، صحیح مسلم: ۳۹۱)

سیدنا ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ رکوع سے پہلے اور بعد میں رفع یدین کرتے تھے۔

(سنن دارقطنی ۱/۲۹۲ ح ۱۱۱۱، ملخصاً وسندہ صحیح، الاوسط لابن المنذر ۳/۱۳۸)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔

(جزء رفع الیدین للبخاری: ۲۰ ملخصاً وسندہ صحیح)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۲۳۵ ح ۲۴۳۱ وسندہ حسن لذاتہ)

سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۷۳ وسندہ صحیح)

سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۷۳ وسندہ صحیح)

امام سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رکوع کے وقت اور رکوع سے سر اٹھانے کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۷۵ ملخصاً وسندہ صحیح)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ تکبیر (تحریمہ) رکوع اور (رکوع سے) اٹھنے پر رفع یدین کرتے تھے۔ (جزء رفع الیدین: ۲۲ وسندہ صحیح)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اپنی نماز کے بارے میں فرماتے تھے:

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی یہی نماز تھی حتیٰ کہ آپ دنیا سے تشریف لے گئے۔ (صحیح بخاری: ۸۰۳)

تفصیل کے لئے دیکھئے میری کتاب: نور العینین فی اثبات رفع الیدین (طبع جدید)

کسی ایک صحابی سے بھی ترکِ رفع یدین یعنی رفع یدین نہ کرنا ثابت نہیں۔

(دیکھئے جزء رفع الیدین للبخاری: ۴۰، ۷۶)

امام صالح بن احمد بن حنبل نے اپنے والد سے پوچھا:

ایک علاقے میں لوگ رفع یدین کا انکار کرتے ہیں اور اگر کوئی رفع یدین کرے تو اسے رافضیوں کی طرف منسوب کرتے ہیں، کیا ایسے آدمی کے لئے ترکِ رفع یدین جائز ہے؟

امام احمد (بن حنبل) نے فرمایا:

وہ رفع یدین ترک نہ کرے اور ان لوگوں کے ساتھ نرمی سے پیش آئے۔

(مسائل صالح ۱/ ۲۶۸ فقرہ ۲۰۹)

امام صالح بن احمد بن حنبل نے اپنے والد سے پوچھا:

آپ کا اس آدمی کے بارے میں کیا خیال ہے جو لوگوں کا امام ہے، نماز میں رفع یدین کرتا ہے، آمین بالجہر کہتا ہے اور تین وتر اس طرح پڑھتا ہے کہ دو پڑھ کر سلام پھیر دیتا ہے، اس کے مقتدی اس پر راضی نہیں حتیٰ کہ بعض لوگ اس کے پیچھے وتر نہیں پڑھتے بلکہ مسجد سے نکل جاتے ہیں تو کیا یہ آدمی مقتدیوں کی بات مانے گا یا اہلِ فقہ (یعنی محدثین) کے احکامات پر ثابت قدم رہے گا؟

تو امام احمد بن حنبل نے جواب دیا:

وہ اپنی نماز پر ثابت قدم رہے گا اور مقتدیوں کی پروانہیں کرے گا۔

(مسائل صالح ۲/ ۱۲۰، فقرہ: ۶۸۳)

امام احمد بن حنبل نے رفع یدین کے بغیر نماز کو ناقص قرار دیا۔

(دیکھئے مسائل ابی داود ص ۳۳)

معلوم ہوا کہ کسی حالت میں بھی رفع یدین ترک نہیں کرنا چاہئے اور اس معاملے میں مخالفت کرنے والے لوگوں کی ذرا بھی پروانہیں کرنی چاہئے۔

امام احمد بن حنبل سے اس شخص کے پیچھے نماز پڑھنے کے بارے میں پوچھا گیا جو رفع یدین نہیں کرتا، تو انھوں نے فرمایا: ''أیش یصنع ؟ قد أخطأ السنة ''

یہ کیا کرے گا؟ اس (امام) نے تو سنت کی مخالفت کی ہے۔ (مسائل ابن ہانی ۱/ ۴۹ رقم ۲۳۵)

## ٦) جہری نمازوں میں آمین بالجہر

سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور ان کے مقتدیوں نے آمین کہی حتیٰ کہ مسجد گونج اٹھی۔

(صحیح بخاری مع فتح الباری ۲/ ۲۰۸ قبل ح ۷۸۰، تغلیق التعلیق ۲/ ۳۱۸)

اس روایت کی مفصل تحقیق کے لئے دیکھئے میری کتاب: القول المتین فی الجہر بالتأمین (ص ۴۷۔۵۱)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جب امام کے ساتھ ہوتے (تو) سورۂ فاتحہ پڑھتے، پھر جب لوگ آمین کہتے تو ابن عمر رضی اللہ عنہ بھی آمین کہتے اور اسے سنت سمجھتے تھے۔

(صحیح ابن خزیمہ: ۵۷۲ وسندہ حسن)

امام ابن خزیمہ نے اس اثر پر ''**باب الجهر بآمين عند انقضاء فاتحة الكتاب في الصلوٰة التي يجهر الإمام فيها بالقراء ة**'' باندھا ہے، یعنی جس نماز میں امام جہری قراءت کرتا ہے، اُس میں سورۂ فاتحہ کی قراءت کے اختتام پر آمین بالجہر کا باب۔

(ج ا ص ۲۸۶)

اس اثر سے یہ بھی ثابت ہوا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھتے تھے۔ (نیز دیکھئے فقرہ نمبر ۲۰)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام عکرمہ رحمہ اللہ نے فرمایا:
میں نے لوگوں کو اس حال میں پایا کہ جب امام ولا الضالین کہتا تو لوگوں کے آمین کہنے سے مسجدیں گونج اٹھتی تھیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۲/ ۴۲۵ وسندہ حسن لذاتہ)

امام ترمذی نے امام شافعی، احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ سے نقل کیا کہ مرد آمین اونچی آواز سے کہیں اور خفیہ آواز سے نہ کہیں۔ (سنن الترمذی: ۲۴۸)

یاد رہے کہ سری نمازوں میں آمین بالسر کہنے پر اجماع ہے اور اجماع بذاتِ خود شرعی دلیل و حجت ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا:

" يجهر الإمام و من خلفه بآمين "امام اوراس کے مقتدی آمین بالجہر کہیں۔

(مسائل احمد روایۃ صالح بن احمد ۱/ ۲۷۱ فقرہ:۲۹۴)

تنبیہ: کسی صحابی سے جہری نمازوں میں آمین بالسر باسند صحیح یا حسن لذاتہ ہرگز ثابت نہیں۔

## ۷) نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنا

سیدنا سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں (یعنی صحابہ) کو حکم دیا جاتا تھا کہ مرد نماز میں اپنا دایاں ہاتھ اپنی بائیں ذراع پر رکھیں۔ (صحیح بخاری: ۷۴۰)

ہاتھ کی درمیانی انگلی سے لے کر کہنی تک کے مکمل حصے کو عربی میں ذراع کہتے ہیں۔

(دیکھئے القاموس الوحید ص ۵۶۸)

اس طریقے پر ہاتھ باندھنے یعنی حالتِ قیام میں دائیں ہاتھ کو اپنی پوری بائیں ذراع پر کہنی تک رکھنے سے خود بخود ہاتھ سینے پر آجاتے ہیں۔

سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے فرمایا: نماز میں ہاتھ ناف سے اوپر رکھنے چاہئیں۔

(امالی عبدالرزاق: ۱۸۹۹، وسندہ صحیح)

امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ (رمضان کا) پورا مہینہ دعائے قنوت میں ہاتھ اٹھاتے، رکوع سے پہلے دعائے قنوت پڑھتے اور اپنے دونوں ہاتھ اپنی پستانوں (چھاتی) پر یا اُن سے نیچے رکھتے تھے، آپ (نماز میں) دعا کرتے اور آپ کے مقتدی آمین کہتے تھے۔ الخ

(مسائل احمد واسحاق، روایۃ الکوسج ۲/ ۵۹۱ ح ۳۴۶۸ ملخصاً)

یاد رہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہ ثابت ہے کہ آپ اپنا یہ (ہاتھ) اس (دوسرے) ہاتھ پر اپنے سینے پر رکھتے تھے۔

(التحقیق فی اختلاف الحدیث لابن الجوزی ۱/ ۲۸۳ ح ۴۷۷، دوسرا نسخہ ۱/ ۳۳۸ ح ۴۳۴ وسندہ حسن لذاتہ)

امام بیہقی نے فرمایا: باب: نماز میں سینے پر ہاتھ رکھنا سنت ہے۔ (السنن الکبریٰ ۲/ ۳۰)

مفصل دلائل کے لئے دیکھئے میری کتاب: نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام

## ۸) قیام رمضان یعنی تراویح

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور سیدنا تمیم الداری رضی اللہ عنہ دونوں کو حکم دیا کہ لوگوں کو (رمضان کی راتوں میں) گیارہ رکعات پڑھائیں۔

(موطأ امام مالک ۱/۱۱۴ ح ۲۴۹ وسندہ صحیح)

اس روایت کو عینی حنفی اور نیموی نے بھی صحیح قرار دیا ہے۔

(دیکھئے نخب الافکار ۵/۱۰۳، دوسرا نسخہ ۳/۲۷۷، آثار السنن: ۷۷۶)

سیدنا سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) نے لوگوں کو اُبی (بن کعب) اور تمیم (الداری رضی اللہ عنہما) پر اکٹھا کیا، وہ دونوں گیارہ رکعات پڑھاتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۳۹۲ ح ۷۶۷۰)

امام شافعی رحمہ اللہ کے ایک لمبے قول میں یہ بھی آیا ہے کہ اس چیز (تراویح) میں کوئی تنگی نہیں اور نہ کوئی حد ہے کیونکہ یہ نفل نماز ہے، اگر رکعتیں کم اور قیام لمبا ہو تو بہتر ہے اور یہ مجھے زیادہ پسند ہے اور اگر رکعتیں زیادہ ہوں تو بھی بہتر ہے۔

(مختصر قیام اللیل للمروزی ص ۲۰۲۔۲۰۳ وسندہ صحیح)

امام احمد بن حنبل نے تراویح (کی رکعتوں) کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کیا۔

(دیکھئے سنن الترمذی: ۸۰۶)

اور فرمایا: اس پر چالیس تک رکعتیں روایت کی گئی ہیں، یہ تو صرف نفلی نماز ہے۔

(مختصر قیام اللیل للمروزی ص ۲۰۲)

تنبیہ: کسی ایک صحابی سے باسند صحیح بیس رکعتیں تراویح پڑھنا ہرگز ثابت نہیں اور نہ کسی تابعی یا تبع تابعی سے یہ ثابت ہے کہ ''تراویح صرف بیس رکعات ہی سنت مؤکدہ ہے، اس سے کم یا زیادہ جائز نہیں۔''!

تفصیلی دلائل اور احادیث مرفوعہ کے لئے دیکھئے میری کتاب: تعدادِ رکعات قیام رمضان کا تحقیقی جائزہ۔

## ۹) ایک رکعت وتر

سیدنا ابوایوب الانصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
وتر حق ہے، لہٰذا جو شخص پانچ وتر پڑھنا چاہے وہ پانچ وتر پڑھے، جو شخص تین وتر پڑھنا چاہے تو وہ تین وتر پڑھے اور جو شخص ایک وتر پڑھنا چاہے تو وہ ایک وتر پڑھے۔
(سنن النسائی ۳/ ۲۳۸۔۲۳۹ ح ۱۷۱۳، وسندہ صحیح)

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ایک وتر پڑھا۔ (صحیح بخاری: ۶۳۵۶ وسندہ صحیح)

سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے عشاء کے بعد ایک وتر پڑھا۔
(صحیح بخاری: ۳۷۶۴ وسندہ صحیح)

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک رکعت پڑھ کر فرمایا: یہ میرا وتر ہے۔
(السنن الکبریٰ للبیہقی ۳/ ۲۵ وسندہ حسن)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے دو رکعتیں پڑھ کر سلام پھیر دیا اور فرمایا: میری فلاں اونٹنی لے آؤ۔ پھر آپ نے اُٹھ کر ایک وتر پڑھا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۲/ ۲۹۲ ح ۶۸۰۶ وسندہ صحیح)

نیز دیکھئے صحیح بخاری (۹۹۱) اور صحیح ابن حبان (الاحسان: ۴/ ۷۰ ح ۲۴۲۶)

امام ترمذی نے فرمایا کہ (امام) مالک، شافعی، احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ اس بات کے قائل تھے کہ آدمی دوسری رکعت پر سلام پھیر دے (اور) ایک وتر پڑھے۔
(دیکھئے سنن الترمذی: ۴۶۱)

خلیل احمد سہارنپوری دیوبندی نے لکھا ہے:
''وتر کی ایک رکعت احادیث صحاح میں موجود ہے اور عبداللہ بن عمرؓ اور ابن عباس وغیرہما صحابہ ؓ اس کے مقر اور مالکؒ و شافعیؒ و احمدؒ کا وہ مذہب پھر اس پر طعن کرنا مؤلف کا ان سب پر طعن ہے کہو اب ایمان کا کیا ٹھکانا...'' (براہین قاطعہ ص ۷)

تفصیل کے لئے دیکھئے شیخ ابو عمر عبدالعزیز نورستانی حفظہ اللہ کی اردو میں کتاب:
الدلیل الواضح علی ان الایتار برکعۃ واحدۃ مستقلۃ شرعۃ الرسول الناصح صلی اللہ علیہ وسلم

## ۱۰) تکبیراتِ عیدین

نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں نے (سیدنا) ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) کے پیچھے عیدالاضحیٰ اور عیدالفطر کی نماز پڑھی، آپ نے پہلی رکعت میں سات تکبیریں کہیں اور دوسری رکعت میں پانچ تکبیریں کہیں۔ (موطأ امام مالک ۱/۱۸۰ ح ۴۳۵ وسندہ صحیح)

آپ یہ ساری تکبیریں قراءت سے پہلے کہا کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۱۷۳ ح ۵۷۰۲ وسندہ صحیح)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی بارہ تکبیریں ثابت ہیں۔

(احکام العیدین للفریابی: ۱۲۸، وسندہ صحیح)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عیدین میں تکبیریں سات اور پانچ ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۲/ ۱۷۵ ح ۵۷۲۰ وسندہ حسن)

امام مکحول رحمہ اللہ (تابعی) نے فرمایا: عیدالاضحیٰ اور عیدالفطر میں تکبیریں قراءت سے پہلے سات اور (دوسری رکعت میں) پانچ ہیں۔ (ابن ابی شیبہ ۲/ ۱۷۵ ح ۵۷۱۴ ملخصاً وسندہ صحیح)

ابوالغصن ثابت بن قیس الغفاری المکی نے فرمایا:

میں نے عمر بن عبدالعزیز (رحمہ اللہ) کے پیچھے عیدالفطر کی نماز پڑھی تو انھوں نے پہلی رکعت میں قراءت سے پہلے سات اور دوسری رکعت میں قراءت سے پہلے پانچ تکبیریں پڑھیں۔

(ابن ابی شیبہ ۲/ ۱۷۶ ح ۵۷۳۲ وسندہ حسن وھو صحیح بالشواہد)

امام ابن شہاب الزہری نے فرمایا:

سنت یہ ہے کہ عیدالاضحیٰ اور عیدالفطر میں پہلی رکعت میں قراءت سے پہلے سات تکبیریں اور دوسری رکعت میں قراءت سے پہلے پانچ تکبیریں کہیں۔

(احکام العیدین للفریابی: ۱۰۶، وسندہ حسن لذاتہ وھو صحیح بالشواہد)

امام مالک کا بھی یہی مذہب ہے۔ (دیکھئے احکام العیدین: ۱۳۱، وسندہ صحیح)

امام مالک اور امام اوزاعی دونوں نے فرمایا کہ ان تکبیروں کے ساتھ رفع یدین بھی

کرنا چاہیے۔ (احکام العیدین:۱۳۶۔۱۳۷، والسندان صحیحان)

## ۱۱) خطبۃ الجمعہ کے دوران میں دو رکعتیں پڑھنا

سیدنا ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ نے خطبۂ جمعہ کے دوران میں آ کر دو رکعتیں پڑھیں اور بعد میں فرمایا: میں انھیں چھوڑ نہیں سکتا۔ الخ

(مسند الحمیدی بتحقیقی :۷۴۱ ملخصاً وسندہ حسن، المستدرک ۱/ ۲۸۵، ۴۱۳۔۴۱۴)

حسن بصری رحمہ اللہ جب آتے اور امام (جمعہ کا) خطبہ دے رہا ہوتا تو وہ دو رکعتیں پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۲/ ۱۱۱ ح ۵۱۶۵ وسندہ صحیح)

امام ترمذی نے فرمایا:

شافعی، احمد اور اسحاق بن راہویہ اسی کے قائل ہیں۔ (سنن الترمذی:۵۱۱)

## ۱۲) نماز کی صف بندی کے دوران میں ساتھ والے کے کندھے سے اپنا کندھا اور قدم سے اپنا قدم ملانا

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے صف بندی کے بارے میں فرمایا:

اور ہم میں سے ہر ایک اپنے ساتھی کے کندھے سے کندھا اور اس کے قدم سے قدم ملاتا تھا۔ (صحیح بخاری:۷۲۵ وسندہ صحیح)

اس حدیث پر امیر المومنین فی الحدیث امام بخاری نے درج ذیل باب باندھا ہے:

''**باب الزاق المنکب بالمنکب و القدم بالقدم فی الصف**'' صف میں کندھے سے کندھا ملانا اور قدم سے قدم ملانا۔ (طبع دار السلام ص۱۱۸)

کسی ایک صحابی یا تابعی سے یہ ہرگز ثابت نہیں کہ وہ صف بندی کے وقت اپنے ساتھ والے نمازی کے کندھے سے کندھا اور قدم سے قدم نہیں ملاتے تھے اور کچھ فاصلہ چھوڑ کر ہٹ کر کھڑے ہوتے تھے، بلکہ روایت مذکورہ سے صریح ثابت ہے کہ صف بندی کے وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک دوسرے کے کندھے سے کندھا اور قدم سے قدم ملاتے تھے اور اسی پر اہلِ حدیث کا عمل ہے۔ والحمد للہ

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ لوگوں کو بھیج کر صفیں برابر کرواتے تھے اور جب انھیں اطلاع ملتی کہ صفیں برابر ہوگئی ہیں تو تکبیر (اللہ اکبر) کہتے تھے۔ (موطأ امام مالک ۱/ ۱۵۸ ح ۳۷۵ ملخصاً وسندہ صحیح)

## ۱۳) طاق رکعتوں میں دوسجدوں کے بعد بیٹھ کر اٹھنا

سیدنا مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ اور عمرو بن سلمہ بن قیس الجرمی البصری رضی اللہ عنہ دونوں جب (طاق رکعت میں) دوسرے سجدے سے سر اٹھاتے تو زمین پر بیٹھ جاتے پھر کھڑے ہوتے تھے۔ (صحیح بخاری: ۸۲۴ باب کیف یعتمد علی الارض إذا قام من الرکعۃ)

امام ترمذی نے ایک صحیح حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طاق رکعت میں بیٹھ کر اٹھتے تھے اور فرمایا: " **حديث حسن صحيح ... و به يقول [ إسحاق و بعض ] أصحابنا** " یہ حدیث حسن صحیح ہے... اور اسحاق بن راہویہ اور ہمارے بعض ساتھی اسی کے قائل ہیں۔ (ح ۲۸۷)

امام شافعی بھی طاق رکعت میں بیٹھ کر اٹھنے کے قائل تھے۔

(دیکھئے کتاب الام نسخہ جدیدہ محققہ ۱/ ۲۶۸۔۲۶۹ باب القیام من الجلوس)

## ۱۴) نمازِ مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھنا

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ مغرب (کی فرض نماز) سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے تھے۔ (صحیح بخاری: ۶۲۵ ملخصاً)

اور فرمایا: اور ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں غروبِ آفتاب کے بعد نمازِ مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے تھے۔ الخ (صحیح مسلم: ۸۳۶ [۱۹۳۸])

سیدنا ابی بن کعب اور سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما دونوں مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے تھے۔ (مشکل الآثار للطحاوی ۱۴/ ۱۲۱ ح ۵۵۰۱ ب وسندہ حسن، تحفۃ الاخیار ۲/ ۲۷۴ ح ۹۱۳، مصنف ابن ابی شیبہ ۲/ ۳۵۶ بسند آخر وھو حسن لأن شریک القاضی تابعہ شعبہ)

ابو تمیم عبداللہ بن مالک بن ابی الاسحم الجیشانی رحمہ اللہ، تابعی کبیر مخضرم (م ۷۷ھ) نمازِ مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے تھے۔ (صحیح بخاری: ۱۱۸۴، ملخصاً)

امام حسن بصری رحمہ اللہ (تابعی) سے مغرب سے پہلے دو رکعتوں کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے جواب دیا: جو شخص یہ پڑھنا چاہے تو یہ دو رکعتیں اچھی خوبصورت ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۲/ ۳۵۷ ح ۷۳۸۴ وسندہ صحیح)

## ۱۵) حالتِ نماز میں سلام کا جواب اشارے سے دینا

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو سلام کیا اور وہ نماز پڑھ رہا تھا، اس آدمی نے زبان سے جواب دے دیا تو ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب کسی آدمی کو سلام کیا جائے اور وہ نماز پڑھ رہا ہو تو وہ زبان سے جواب نہ دے، بلکہ ہاتھ سے اشارہ کرے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/ ۲۵۹ وسندہ صحیح، مصنف ابن ابی شیبہ ۲/ ۷۴ ح ۴۸۱۶ مختصراً، الاوسط لابن المنذر ۳/ ۲۳۵ ح ۱۵۸۵ مطولاً وسندہ صحیح)

امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق بن راہویہ حالتِ نماز میں سلام کا جواب اشارے سے دینا جائز سمجھتے تھے۔ (دیکھئے مسائل احمد واسحاق روایۃ الکوسج ۱/ ۱۵۷ فقرہ: ۲۶۹)

## ۱۶) نابالغ قاریٔ قرآن کی امامت

سیدنا سلمہ بن قیس الجرمی رضی اللہ عنہ چھ یا سات سال کی عمر کے قاریٔ قرآن تھے اور آپ اس حالت میں اپنی قوم والے صحابہ کرام وغیرہم کو نماز پڑھاتے تھے۔

(صحیح بخاری: ۴۳۰۲ ملخصاً)

امام شافعی نے فرمایا: اگر نابالغ قاری جو نماز جانتا ہے، بالغوں کو نماز پڑھا دے تو جائز ہے۔ الخ (کتاب الام ۱/ ۱۶۶، باب امامۃ الصبی لم یبلغ)

اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ نے ایک بچے کو امامت کے لئے آگے کیا تھا۔

(دیکھئے الاوسط لابن المنذر ۴/ ۱۵۱ ث ۱۹۳۵، وسندہ صحیح)

امام اسحاق بن راہویہ نے دس سال کے بچے کی امامت کو جائز قرار دیا۔

(دیکھئے مسائل احمد واسحاق روایۃ الکوسج: ۲۴۳ مختصر قیام اللیل للمروزی ص ۲۲۳)

امام ابوبکر محمد بن ابراہیم بن المنذر النیسابوری رحمہ اللہ نے فرمایا:

نابالغ کی امامت جائز ہے، اگر وہ نماز جانتا ہے اور نماز قائم کرسکتا ہے۔ (الاوسط ۴/ ۱۵۲)

تفصیل کے لئے دیکھئے میری کتاب: تحقیقی مقالات (۲/۱۵۴۔۱۶۲، نابالغ قاریٔ قرآن کی امامت)

## ۱۷) حالتِ نماز میں قرآن مجید دیکھ کر تلاوت کرنا

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا غلام رمضان میں قرآن دیکھ کر انھیں نماز پڑھاتا تھا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۲/ ۳۳۸ ح ۷۲۱۶ وسندہ صحیح ح ۷۲۱۵ وسندہ صحیح، صحیح بخاری تعلیقاً قبل ح ۶۹۲)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نماز پڑھتے تو ان کا غلام قرآن پکڑے ہوئے لقمہ دیتا تھا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۲/ ۳۳۸ ح ۷۲۲۲ وسندہ حسن)

امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ (تابعی) قرآن مجید دیکھ کر نماز پڑھانے کو جائز سمجھتے تھے۔

(ابن ابی شیبہ: ۷۲۱۴ وسندہ صحیح)

عائشہ بنت طلحہ (بن عبید اللہ التیمیہ) رحمہا اللہ اپنے غلام یا کسی کو حکم دیتیں، وہ قرآن دیکھ کر انھیں نماز پڑھاتا تھا۔ (ابن ابی شیبہ: ۷۲۱۷ وسندہ صحیح)

حسن بصری، محمد بن سیرین اور عطاء بن ابی رباح قرآن مجید دیکھ کر نماز پڑھانے کو جائز سمجھتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ: ۷۲۱۸۔۷۲۲۰ واسانید الآثار المذکورۃ حسنۃ)

امام محمد بن سیرین نماز پڑھاتے اور ان کے قریب ہی ایک مصحف (قرآن مجید) ہوتا تھا، جب انھیں کسی (آیت) میں تردد ہوتا تو مصحف دیکھ لیا کرتے تھے۔

(مصنف عبدالرزاق ۲/ ۴۲۰ ح ۳۹۳۱ وسندہ صحیح)

امام ابن شہاب الزہری رحمہ اللہ سے پوچھا گیا: کیا قرآن مجید دیکھ کر نماز پڑھائی جا سکتی ہے؟ تو انھوں نے فرمایا: جی ہاں! جب سے اسلام ہے، لوگ یہ کر رہے ہیں۔

(المصاحف لابن ابی داود ص ۲۲۲ ح ۸۰۶۔۸۰۷ وسندہ حسن، دوسرا نسخہ: ۷۸۱۔۷۸۲)

یحییٰ بن سعید الانصاری رحمہ اللہ نے فرمایا:

میں رمضان میں قرآن دیکھ کر قراءت کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتا۔

(المصاحف لابن ابی داود: ۷۸۰ وسندہ حسن، دوسرا نسخہ: ۸۰۵)

تفصیل کے لئے دیکھئے ماہنامہ الحدیث حضرو:۳۵ص ۵۴۔۵۵

## ۱۸) جمع بین الصلاتین فی السفر والمطر

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو جب سفر میں جلدی ہوتی تو شفق غائب ہو جانے کے بعد (یعنی عشاء کے وقت میں) مغرب اور عشاء کی نمازیں جمع کرتے تھے۔

(صحیح مسلم:۴۳/۳ ۷۰۳[۱۶۲۲] واللفظ لہ، نیز دیکھئے صحیح بخاری:۱۱۰۹)

یہ جمع تاخیر کی زبردست دلیل ہے۔

نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ابن عمر (رضی اللہ عنہ) جب سفر کرتے تو ظہر وعصر اور مغرب وعشاء کی نمازیں جمع کر کے پڑھتے تھے، ایک کو مؤخر کر دیتے اور دوسری کو معجّل کر کے پڑھ لیتے تھے۔ (الاوسط لابن المنذر ۲/ ۴۲۸ ت ۱۱۵۴، وسندہ صحیح)

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ظہر وعصر اور مغرب وعشاء کی نمازیں سفر میں جمع کر کے پڑھتے تھے، ایک کو مقدم اور دوسری کو مؤخر کر دیتے تھے۔

(شرح معانی الآثار للطحاوی ۱/ ۱۶۶، وسندہ حسن)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے سفر میں شفق غائب ہونے سے ایک گھڑی بعد مغرب اور عشاء کی نمازیں جمع کر کے پڑھیں۔ الخ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۳/ ۱۶۰، وسندہ صحیح)

شفق غائب ہونے کے بعد ستارے اچھی طرح نظر آنے لگے تھے۔

(دیکھئے السنن الکبریٰ ۳/ ۱۶۰۔۱۶۱، وسندہ صحیح، سنن ابی داود: ۱۲۱۷)

یہ بھی جمع تاخیر کی زبردست دلیل ہے۔

سیدنا ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سفر میں ظہر وعصر اور مغرب وعشاء کی نمازیں جمع کر کے پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۲/ ۴۵۷ ح ۸۲۳۵ وسندہ صحیح)

نافع سے روایت ہے کہ جب ہمارے حکمران بارش والی رات مغرب کی نماز لیٹ کر کے اور عشاء کی نماز شفق غائب ہونے سے پہلے جلدی پڑھتے تو ابن عمر (رضی اللہ عنہ) ان کے ساتھ پڑھ لیتے تھے اور اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

قاسم (بن محمد بن ابی بکر) اور سالم (بن عبداللہ بن عمر) بھی ایسی رات میں ان کے ساتھ نماز پڑھ لیتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۲۳۴ ح ۶۲۶۶ وسندہ صحیح)

یہ جمع تقدیم کی زبردست دلیل ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، عطاء بن ابی رباح، ابوالشعثاء جابر بن زید، زید بن اسلم، ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن، محمد بن المنکدر اور ابوالزناد رحمہم اللہ وغیرہم بھی سفر میں جمع بین الصلاتین کے قائل وفاعل تھے۔

(دیکھئے ماہنامہ الحدیث حضرو: ۵۲ ص ۲۰، تحقیقی مقالات ۲/۱۹۲، سفر میں دونمازیں جمع کر کے پڑھنا جائز ہے)

جمع بین الصلاتین فی السفر کی ایک حدیث بیان کرنے کے بعد امام ترمذی نے فرمایا:

اسی حدیث کے مطابق (امام) شافعی فتویٰ دیتے تھے، احمد (بن حنبل) اور اسحاق (بن راہویہ) دونوں کہتے تھے: سفر میں دونوں نمازوں کے اوقات میں سے کسی کے وقت میں (مثلاً ظہر کے وقت میں عصر اور عصر کے وقت میں ظہر) دونمازیں جمع کرنا جائز ہے۔

(سنن الترمذی: ۵۵۴)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے پوچھا گیا: کیا سفر اور حضر میں دونمازیں جمع کی جاسکتی ہیں اور یہ کیسے جمع ہوں گی؟ انھوں نے فرمایا:

ظہر کو مؤخر کیا جائے تاکہ عصر کا اول وقت داخل ہو جائے تو اُتر کر دونوں نمازیں جمع کر لی جائیں اور اسی طرح مغرب کو مؤخر کیا جائے گا۔ اگر جمع تقدیم کر لے تو میرے خیال میں اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ امام اسحاق بن راہویہ نے فرمایا: جس طرح (امام) احمد نے کہا ہے بات اسی طرح ہے سوائے: میرے خیال میں کے، یعنی یہی بات یقیناً صحیح ہے۔

دیکھئے مسائل احمد و اسحاق روایۃ اسحاق بن منصور الکوسج (۱/۱۲۳، فقرہ: ۱۶۴) اور سنن الترمذی (۵۵۴)

مفصل دلائل کے لئے راقم الحروف کا مضمون: ''سفر میں دونمازیں جمع کر کے پڑھنا جائز ہے'' دیکھیں۔

## ۱۹) نمازِ جنازہ کی تکبیرات پر رفع یدین

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جنازے کی ہر تکبیر پر رفع یدین کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۳/ ۲۹۶ ح ۱۱۳۸۰، وسندہ صحیح)

قیس بن ابی حازم رحمہ اللہ نمازِ جنازہ کی ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرتے تھے۔

(جزء رفع الیدین للبخاری: ۱۱۲، وسندہ صحیح، مصنف ابن ابی شیبہ مکتبۃ الرشد ۴/ ۴۸۷ ح ۱۱۴۹۳، وسندہ صحیح، نسخہ عوامہ ۷/ ۲۵۴۔۲۵۵ ح ۱۱۵۰۳)

محمد بن سیرین رحمہ اللہ جنازے کی ہر تکبیر پر رفع یدین کرتے تھے۔

(ابن ابی شیبہ ۳/ ۲۹۷ ح ۱۱۳۸۹، وسندہ صحیح)

نافع بن جبیر بن مطعم رحمہ اللہ جنازے میں ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرتے تھے۔

(جزء رفع الیدین: ۱۱۴، وسندہ حسن)

امام مکحول (تابعی) رحمہ اللہ جنازے میں ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرتے تھے۔

(جزء رفع الیدین: ۱۱۶، سندہ حسن لذاتہ)

امام زہری رحمہ اللہ جنازے میں ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرتے تھے۔

(جزء رفع الیدین: ۱۱۸، وسندہ صحیح)

حسن بصری رحمہ اللہ جنازے میں ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرتے تھے۔

(جزء رفع الیدین: ۱۲۲، وسندہ صحیح)

امام ترمذی نے اکثر صحابہ وغیرہم سے جنازے میں ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین نقل کیا اور فرمایا: " **هو قول ابن المبارك والشافعي و أحمد و إسحاق** " اور ابن المبارک، شافعی، احمد اور اسحاق کا یہی قول ہے۔ (سنن الترمذی: ۱۰۷۷)

## ۲۰) نمازِ جنازہ میں سورۃ الفاتحہ پڑھنا

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ میں سورۃ الفاتحہ پڑھی۔

(صحیح بخاری: ۱۳۳۵، سنن نسائی: ۱۹۸۹، وسندہ صحیح)

امام ترمذی نے فرمایا:

اور شافعی، احمد (بن حنبل) اور اسحاق (بن راہویہ) کا یہی قول ہے۔ (سنن الترمذی: ۱۰۲۷)

ایک روایت میں آیا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نمازِ جنازہ میں قراءت نہیں کرتے تھے۔

اس سے تین چیزیں مراد ہو سکتی ہیں:

۱: آپ نمازِ جنازہ میں جہری قراءت نہیں کرتے تھے۔

۲: آپ نمازِ جنازہ میں سورۃ الفاتحہ کے علاوہ دوسری قراءت نہیں کرتے تھے۔

۳: آپ نمازِ جنازہ کی ہر تکبیر میں قراءتِ قرآن نہیں کرتے تھے۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں اس گھر (بیت اللہ) کے رب سے حیا کرتا ہوں کہ میں ایسی کوئی نماز پڑھوں جس میں قراءت نہ کروں، اگرچہ (صرف) سورۂ فاتحہ ہی کیوں نہ ہو۔ (جزء القراءۃ للبخاری بتحقیقی: ۴۸ وسندہ صحیح، کتاب القراءۃ للبیہقی: ۴۴۷، ۲۱۳۔۲۱۴، مصنف ابن ابی شیبہ ۱/ ۳۶۱ ح ۳۶۳۰)

اس سے ثابت ہوا کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ ہر نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کے قائل و فاعل تھے۔

نیز مراد نمبر ۳ کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ بعض تابعین مثلاً مکحول رحمہ اللہ سے ثابت ہے کہ وہ پہلی دونوں تکبیروں میں سورۂ فاتحہ پڑھتے تھے اور حسن بصری رحمہ اللہ جنازے کی ہر تکبیر میں سورۃ الفاتحہ پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۳/ ۲۹۸ بسندین صحیحین)

ایک روایت میں آیا ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں (جنازے میں) تکبیر کے بعد اللہ کی حمد بیان کرتا ہوں اور اس کے نبی پر درود پڑھتا ہوں۔ الخ (موطأ امام مالک ۱/ ۲۲۸ ح ۵۳۶ وسندہ صحیح)

اس اثر یعنی موقوف روایت میں حمد سے مراد سورۃ الحمد یعنی فاتحہ ہے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ کی اپنی بیان کردہ حدیث سے ثابت ہے۔ (دیکھئے الموطأ ۱/ ۸۵ ح ۱۸۵، صحیح مسلم: ۳۹۵)

مذکورہ بیس (۲۰) حوالوں کے علاوہ اور بھی بہت سے حوالے ہیں۔ مثلاً:

۱: وتر سنت ہے، واجب نہیں۔

۲: سجدہ تلاوت سنت ہے، واجب نہیں۔

۳: تین وتر دو سلاموں سے پڑھنا۔ (صحیح بخاری:۹۹۱)

ایک حوالہ اسی مضمون میں بھی گزر چکا ہے۔

۴: جہری نمازوں میں بعض اوقات بسم اللہ جہراً پڑھنا۔

۵: پگڑی پر مسح کرنا۔

۶: اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو کا ٹوٹ جانا۔

۷: نماز میں بآواز بلند ہنسنے سے وضو کا نہ ٹوٹنا۔

۸: اپنی بیوی کا شہوت سے بوسہ لینے سے وضو ٹوٹ جانا۔

۹: اپنی شرمگاہ چھونے سے وضو کا ٹوٹ جانا۔

۱۰: نمازِ جمعہ کی قراءتِ سورۃ الاعلیٰ میں سبحان ربی الاعلیٰ پڑھنا۔ وغیر ذلک

یہ سب مسائل سلف صالحین یعنی صحابہ وتابعین وغیرہم سے بھی ثابت ہیں۔

تفصیل کے لئے دیکھئے میرا مضمون: آثارِ صحابہ اور آلِ تقلید (تحقیقی مقالات ۱/۲۰۰-۲۱۲)

راقم الحروف کے مذکورہ مضمون میں آلِ تقلید سے ہندو پاکستان کے مقلدین یعنی آلِ دیوبند و آلِ بریلی مراد ہیں۔

اہلِ حدیث یعنی اہلِ سنت کا ہر متفقہ عقیدہ اور ہر مسئلہ ادلۂ شرعیہ سے ثابت ہے۔ قرآن، حدیث اور اجماع سے ثابت ہے، نیز آثارِ سلف صالحین سے بھی ثابت ہے۔

اہلِ حدیث کے نزدیک سلف صالحین یعنی اکابر ائمہ مسلمین کا فہم و تفقہ معتبر و مقدم ہے اور جو لوگ اس سبیل المومنین کو چھوڑ کر دوسری راہوں پر چلتے ہیں، ہم انھیں گمراہ اور باطل وغیرہ پر سمجھتے ہیں۔

یہ پروپیگنڈا کہ اہل حدیث کے نزدیک سلف صالحین پر اعتماد نہیں کرنا چاہئے، بالکل جھوٹا اور باطل پروپیگنڈا ہے۔

آلِ دیوبند و آلِ بریلی کے بہت سے عقائد کے اور فقہی مسائل سلف صالحین سے ہر

گز ثابت نہیں، بلکہ انھوں نے زمانۂ خیر القرون کے بہت بعد کے خلف خالفین سے انھیں لے رکھا ہے، مثلاً آلِ دیوبند کے بیس عقائد و مسائل پیشِ خدمت ہیں جو خیر القرون کے سلف صالحین سے ہرگز ثابت نہیں:

۱: خدا ہر جگہ ہے۔

۲: اللہ کے ہاتھ سے مراد قدرت ہے۔

۳: وحدت الوجود حق اور صحیح ہے۔

۴: مقلد کے لئے قولِ امام حجت ہوتا ہے، نہ کہ ادلۂ اربعہ۔
نیز رجوع الی الحدیث وظیفۂ مقلد نہیں۔

۵: رسول اللہ ﷺ سے خطاب: اے میرے مشکل کشا! فریاد ہے۔

۶: ''بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیتِ محمدی پر کچھ فرق نہ آئے گا'' (تحذیر الناس ص ۳۴)

۷: امکانِ کذب سے مراد دخولِ کذب تحت قدرت باری تعالیٰ ہے۔

۸: ظاہر میں بندہ اور باطن میں خدا ہو جاتا ہے۔
حوالہ جات کے لئے دیکھئے میری کتاب: بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم

۹: قبر کی مٹی سے شفا (حکایاتِ اولیاء ص ۳۳۹ حکایت نمبر ۳۶۶)

۱۰: آلِ دیوبند کے عمل سے یہی ظاہر ہے کہ ان کے نزدیک مسلمانوں پر ائمہ اربعہ میں سے صرف ایک امام کی تقلید واجب ہے اور اس مقلد کے لئے دوسرے تین اماموں کی بات ماننا جائز نہیں۔

۱۱: اللہ سے دعا میں اموات کا وسیلہ پیش کرنا جائز ہے۔

۱۲: رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد اب آپ کی زندگی دنیاوی ہے، برزخی نہیں۔

۱۳: صرف رسول اللہ ﷺ کی قبر کی زیارت کے لئے نیت کرنے کے ساتھ دور دراز سے سفر کرنا جائز ہے۔

۱۴: قبروں سے باطنی فیوض پہنچنا (جو اس کے اہل وخواص کو معلوم ہے) بے شک صحیح ہے۔

۱۵: نبی کریم ﷺ کے جسم مبارک کا جو حصہ قبر کی مٹی پر ہے۔ قبر کی یہ مٹی کعبہ، عرش اور کُرسی سے بھی افضل ہے۔ (۱۱ سے ۱۵ تک حوالہ جات کے لئے دیکھئے المہند علی المفند)

۱۶: نماز میں صفیں قائم کرتے وقت ایک دوسرے کے ساتھ مل کر کھڑا نہ ہونا، بلکہ ایک دوسرے سے ہٹ کر کھڑا ہونا۔

۱۷: مردوں کا ناف کے نیچے اور عورتوں کا سینے یا چھاتی پر ہاتھ باندھنا۔

۱۸: کتے کی کھال کو دباغت کے بعد پاک سمجھنا اور اس کھال سے جانماز یا پانی کا ڈول بنانا جائز سمجھنا۔

۱۹: گھروں میں اُڑنے والے دیسی یعنی عام کوے کو حلال سمجھنا۔

۲۰: عصر کی نماز دو مثل کے بعد پڑھنا۔ وغیر ذلک

اس مضمون میں مذکورہ عقائد ومسائل کے عنوانات کی فہرست علی الترتیب درج ذیل ہے:

۱) استواء الرحمٰن علی العرش
۲) ائمہ اربعہ میں سے صرف ایک امام کی تقلید کرنا یعنی تقلید شخصی
۳) جرابوں پر مسح
۴) سورۃ الفاتحہ خلف الامام
۵) نماز میں رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین
۶) جہری نمازوں میں آمین بالجہر
۷) نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنا
۸) قیام رمضان یعنی تراویح
۹) ایک رکعت وتر
۱۰) تکبیراتِ عیدین

۱۱) خطبۃ الجمعہ کے دوران میں دو رکعتیں پڑھنا

۱۲) نماز کی صف بندی کے دوران میں ساتھ والے کے کندھے سے اپنا کندھا اور قدم سے اپنا قدم ملانا

۱۳) طاق رکعتوں میں دو سجدوں کے بعد بیٹھ کر اٹھنا

۱۴) نمازِ مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھنا

۱۵) حالتِ نماز میں سلام کا جواب اشارے سے دینا

۱۶) نابالغ قاریٔ قرآن کی امامت

۱۷) حالتِ نماز میں قرآن مجید دیکھ کر تلاوت کرنا

۱۸) جمع بین الصلاتین فی السفر والمطر

۱۹) نمازِ جنازہ کی تکبیرات پر رفع یدین

۲۰) نمازِ جنازہ میں سورۃ الفاتحہ پڑھنا

یہ چند عقائد و مسائل مشتے از خروارے ہیں، جن کا کوئی ثبوت قرآن، حدیث اور اجماع میں نہیں، نیز یہ آثارِ سلف صالحین سے بھی ثابت نہیں بلکہ آلِ دیوبند کے ''مزعوم'' امام ابوحنیفہ سے بھی ایسے عقیدے اور مسائل ہرگز ثابت نہیں۔

غالباً یہی وجہ ہے کہ انور شاہ کشمیری دیوبندی نے کہا:

''ہم نے عقائد میں تو امام تسلیم کیا ہے۔حضرت مولانا نانوتویؒ کو، اور فروع میں امام تسلیم کیا ہے۔حضرت حافظ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کو اور دونوں سے ہم کو صاف اور مبیض علم ملا تو اب معلوم ہوا کہ دیوبندیت منحصر ہے۔ان دونوں بزرگوں کے اتباع میں۔اب ایک کے تو اتباع کا دعویٰ کرنا اور ایک میں نقائص نکالنا، یہ کوئی دیوبندیت نہیں۔''

(عقائد علمائے دیوبند از عبدالشکور ترمذی دیوبندی ص ۱۷۹، تقریظ نمبر ۱۴)

اس سے ثابت ہوا کہ دیوبندیت اصل میں اہلِ سنت سے ہٹ کر ایک علیحدہ مسلک و مذہب ہے۔ (۲۱/ اگست ۲۰۱۳ء)

حبیب الرحمٰن ہزاروی

## ماہِ صفر

ماہِ صفر اسلامی سال کا دوسرا مہینہ ہے۔ اس مہینے کو صفر اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں شہر خالی ہو جاتے اور لوگ لڑائیوں کے لئے نکل پڑتے۔

## ماہِ صفر اور بدشگونی

بعض کمزور عقیدے کے لوگ اس مہینے سے بدشگونی لیتے ہیں۔ بدشگونی لینے کا مطلب ہے کہ کسی چیز کو خیر و برکت سے خالی سمجھنا، مثلاً کسی کام کی ابتداء نہ کرنا، کاروبار کا آغاز نہ کرنا، شادی بیاہ کرنے سے گریز کرنا، لڑکیوں کی رخصتی نہ کرنا۔ ان لوگوں کا یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ ہر وہ کام جو اس مہینے میں شروع کیا جائے وہ منحوس اور خیر و برکت سے خالی ہوتا ہے۔

## بدشگونی لینے کی وجوہات

بدشگونی لینے کی پہلی وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں کا یہ عقیدہ ہوتا تھا کہ اس مہینے میں بلاؤں اور دیگر شر و رفتن کا نزول ہوتا ہے اور اس کے بارے میں بعض موضوع احادیث کا سہارا لیتے ہیں۔ مثلاً دیکھئے موضوعات الکبریٰ (ح ۸۸٦)

دوسری وجہ یہ ہے کہ دورِ جاہلیت میں ماہِ محرم میں جنگ و جدال کو حرام سمجھا جاتا تھا اور یہ حرمت قتال ماہِ صفر تک برقرار رہتی۔ لیکن جب صفر کا مہینہ آ جاتا تو جنگ و جدال دوبارہ شروع ہو جاتے، لہٰذا یہ مہینہ منحوس سمجھا جاتا ہے۔

## ماہِ صفر سے بدشگونی لینے کی تردید

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(( لا عدوٰی و لا طیرة و لا ھامة و لا صفر .))

کوئی بیماری متعدی نہیں، نہ بدشگونی کوئی چیز ہے۔ اُلو کی کوئی حقیقت نہیں اور نہ ہی صفر میں نحوست ہے۔ (صحیح بخاری:۵۷۵۷)

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(( الطیرة شرك ، الطیرة شرك)) ثلاثًا (( و ما منا الا ولکن اللّٰه یذھبه بالتوکل)) بدشگونی لینا شرک ہے، بدشگونی لینا شرک ہے۔ یہ جملہ آپ نے تین مرتبہ فرمایا۔ اور ہم میں سے ہر ایک کو کوئی نہ کوئی وہم ہو ہی جاتا ہے مگر اللہ رب العزت اس کو توکل سے دور کر دیتا ہے۔ (سنن ابی داود:۳۹۱۰)

## اہم اعلان

محدثِ دوراں فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ ۱۰/نومبر ۲۰۱۳ء کو وفات پا گئے ہیں۔ إنا للّٰه و إنا إلیه راجعون.

آپ اس رسالے (ماہنامہ اشاعۃ الحدیث) کے بانی ہیں جو عرصہ دراز سے عوام وخواص سے دادِ تحسین وصول پا رہا ہے۔ ادارہ مکتبۃ الحدیث حضرو مارچ ۲۰۱۴ء کو مجلّہ اشاعۃ الحدیث کی خصوصی اشاعت بعنوان: ''محدث العصر نمبر'' شائع کر رہا ہے۔ ان شاء اللہ جس میں محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے مکمل حالاتِ زندگی اور دینی خدمات کو موضوعِ سخن بنایا جائے گا، لہٰذا علماء وطلباء سے التماس ہے کہ وہ شیخ محترم رحمہ اللہ کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو صفحۂ قرطاس کی زینت بنائیں۔ اگر عامۃ الناس میں سے بھی کوئی اپنے تأثرات یا مشاہدات بیان کرنا چاہتا ہے تو ہمارے مجلّے کے صفحات حاضر ہیں۔

**نوٹ:** جن علماء وطلباء کو شیخ محترم سے شرفِ تلمذ حاصل ہے، براہِ مہربانی فوری رابطہ کریں۔

**برائے رابطہ:** حافظ شیر محمد الاثری، مکتبۃ الحدیث حضرو۔ ضلع اٹک 0300- 5288783

محمد قاسم برہ زئی

# فہرست مضامین ماہنامہ ''اشاعۃ الحدیث'' ۲۰۱۳ء

## شمارہ:۱۰۱ جنوری ۲۰۱۳ء



## شمارہ:۱۰۲ فروری ۲۰۱۳ء

**شمارہ:۱۰۸ اگست ۲۰۱۳ء**



**شمارہ:۱۰۹ ستمبر ۲۰۱۳ء**

**شمارہ:۱۱۱ نومبر۲۰۱۳ء**



تنبیہ: دسمبر۲۰۱۳ء (اشاعۃ الحدیث:۱۱۲) کی فہرست کے لئے دیکھئے یہی شمارہ (ص ا)

## اہم گزارش

ہمارے اکثر ساتھیوں میں یہ اضطراب شدت سے پایا جا رہا ہے کہ اب محدث حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے اُن علمی منصوبوں کا کیا ہوگا جو انھوں نے جاری کئے تھے تو گزارش ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ استاذ محترم کا خلا پُر نہیں کیا جا سکتا، لیکن ہم اُن کی علمی و دینی تربیت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے شیخ محترم کے منصوبوں کو نا صرف جاری رکھیں گے بلکہ پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی بھرپور کوشش کریں گے۔ ان شاء اللہ

لہٰذا احباب سے گزارش ہے کہ وہ حوصلہ شکنی کی بجائے حوصلہ افزائی کے ساتھ خصوصی دعائیں کریں۔ جزاکم اللہ خیراً (حافظ ندیم ظہیر۔ حافظ شیر محمد الاثری)